جامعہ دار التقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دار التقویٰ

لاہور

صفر المظفر
۱۴۴۷ھ
اگست 2025ء

پاکستان ایک امانت

صفر المظفر کا مہینہ۔۔۔بدشگونیاں اور شریعت مطہرہ

شہرت کا فریب اور تنہائی کا انجام

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ثروت وسخاوت

احساس......زندہ کیجیے

معروف حدیث قدسی کا تحقیقی جائزہ

TSS
TAQWA SCHOOL SYSTEM

TAQWA SCHOOL SYSTEM

2025-26

Admission Open Now!

Pre-6th to Matric

Enroll Now

Strong Memory, Strong Imaan – Revise Your Quran!

Special Focus on Hifz e Quran Revision, Islamic Values, and Academic Excellence

Features & Facilities

- ☑ Computer Lab
- ☑ Science Lab
- ☑ Library
- ☑ Modern Education In An Islamic Environment
- ☑ Moral Grooming Of Students

0328-4877877

@systemtaqwaschool

62 Old Rifle Range Chauburji Park, Lahore

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء

حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 15 صفر ۱۴۴۷ھ --- اگست 2025 شمارہ 2

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

مجلس مشاورت
- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت
- مفتی محمد اسامہ صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب
- حافظ فہد اعوان صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 03214432106 : 03214432142

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقوی ٹرسٹ

ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 100 روپے

سالانہ بدل خرچ: 1200 روپے

ڈاک خرچ: 300 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

صفر ۱۴۴۷ھ۔۔۔ اگست 2025

حرف اولیں

پاکستان ایک امانت	محمد سلیمان بن محمد یوسف	5

درسِ قرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	8

درسِ حدیث

طلاق	مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ	12

مقالات و مضامین

صحابہ کرام کی ثروت وسخاوت اور اللہ تعالی سے تعلق	مولانا نعیم الدین صاحب	19
صفر المظفر کا مہینہ۔۔۔ بدشگونیاں اور شریعت مطہرہ	حافظ فہد اعوان	23
شہرت کا فریب اور تنہائی کا انجام	مولانا محمد سلیمان	28
احساس......زندہ کیجیے	بنت قاسم گرین سٹی شاخ	31
معروف حدیث قدسی کا تحقیقی جائزہ	مولانا جواد الٰہی صاحب	34
رسائل الشیخ سعید احمد خان رحمہ اللہ	ادارہ	41
گلدستہ ارشادات ومکتوبات حضرت جیؒ	مولانا ذوالکفل صاحب	44
صحابہ کرام کی محنت ومجاہدے	حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا صاحب	46
نکلتے سورج کا ملک جزائر فیجی کا ایک سفر	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	52
سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنیؒ	ادارہ	58
ترانۂ ارضِ پاک	محمد جریر اسعد	60
آپ کے مسائل کا حل	دارالافتاء والتحقیق	62
اخبار الجامعہ	محمد سلیمان بن محمد یوسف	65

حرف اولیں

پاکستان ایک امانت

قومیں صرف جغرافیہ سے نہیں بنتی، ان کا وجود نظریات سے قائم ہوتا ہے۔ پاکستان بھی کوئی عام ملک نہیں، یہ کلمے کی بنیاد پر قائم ہونے والا وہ ملک ہے جس کے پیچھے کئی سالوں کی دعائیں، عشروں کی جدوجہد، اور لاکھوں جانوں کی قربانیاں ہیں اگست ایک یادگار مہینہ ہے، وہ مہینہ جس میں ہمیں آزاد فضاؤں میں سانس لینے کا حق ملا، وہ سرزمین عطا ہوئی جسے ہم پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ امسال ہم اپنا 78واں یومِ آزادی منانے جارہے ہیں، یہ دن فقط پرچم لہرا کر، نعرے لگا کر یا آتش بازی کر کے گزار دینے کا دن نہیں، بلکہ یہ دن ہے یادوں کو تازہ کرنے، قربانیوں کو یاد کرنے، اور اپنے ایمان کو جھنجھوڑنے کا۔ 14 اگست ہر سال ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم ایک غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم سے ایک آزاد قوم بنے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے: کیا ہم نے آزادی کی قدر و قیمت پہچانی؟ کیا ہم نے اپنے بزرگوں کی قربانیوں کا پاس رکھا؟

پاکستان کا مطلب کیا؟" لا إله إلا الله"

اس نعرے کے سائے میں جو وطن ہمیں عطا ہوا، وہ کسی مفاداتی معاہدے یا وقتی چالاکی کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ ایک عظیم نظریہ کا ظہور تھا۔ وہ نظریہ جس کی آبیاری علماء کرام کے علم، جہد اور اخلاص سے ہوئی۔ جنہوں نے منبروں سے لے کر میدانِ عمل تک قوم کی فکری اور روحانی رہنمائی کی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جب قید کے دوران ریشمی رومال تحریک کی بنیاد رکھی، تو یہ محض ایک سیاسی جدوجہد نہ تھی، بلکہ دین کی سربلندی کی ایک گونج تھی۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جب قیامِ پاکستان کے وقت سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے، تو ان کے ہاتھوں میں صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا نہ تھا بلکہ امت مسلمہ کے خوابوں کی تعبیر کا علم تھا۔

یہ وطن اسلامی نظریہ کی بنیاد پر حاصل ہوا۔ ایک ایسا خطہ مطلوب تھا جہاں ہم اسلام کے مکمل نظام کو نافذ کر سکیں، قرآن وسنت کو قانونِ حیات بنا سکیں، اور اپنی آنے والی نسلوں کو ایک ایسا ماحول دے سکیں جو ان کے ایمان، غیرت اور کردار کا محافظ ہو۔

لیکن افسوس! ہم نے جلد ہی اس نظریہ کو بھلا دیا۔ جن بنیادوں پر یہ ملک حاصل کیا گیا، وہی بنیادیں کمزور کی جانے لگیں۔ قانونِ ختم نبوت کو چیلنج کیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت پر زبان درازی کی گئی، اور ناموسِ رسالت جیسے مقدس ترین مسئلے کو بارہا سیاسی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ جنہیں کل غدار کہا جاتا تھا، آج وہی لوگ آزادیِ اظہار کے نام پر میڈیا اور قانون میں جگہ پا رہے ہیں، اور جنہیں کل وفادارِ دین کہا جاتا تھا، آج وہی دہشت گرد قرار دیے جا رہے ہیں۔

یہ ہے آج کا پاکستان جہاں فحاشی کو فن کہا جاتا ہے، عریانی کو آزادی، اور بے حیائی کو ترقی سوشل میڈیا پر ناچنے والوں کے لاکھوں فالورز ہیں، مگر دین کے داعی، اصلاح کے علمبردار، اور حق گو علماء اجنبیت کا شکار ہیں۔ جن بچوں کے لیے مسجدیں بنی تھیں، وہ ڈیجیٹل دنیا کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہیں جن بیٹیوں کے لیے حجاب کو عزت کا نشان بنایا گیا تھا، وہ فیشن کی دوڑ میں عزتِ نسواں کو روندتی چلی جا رہی ہیں۔

ہمیں رک کر سوچنا ہوگا کہ کیا ہم نے پاکستان کی اس نعمت کی قدر کی؟ کیا ہم نے اس کے مقصد کو پہچانا؟ کیا ہم نے شہداء کے خون کی حرمت کو سمجھا؟ یا ہم نے اسے صرف ایک جغرافیائی ریاست سمجھ کر استعمال کیا؟ جس پاکستان کے لیے لاکھوں جانیں قربان ہوئیں، وہ کیا صرف اس لیے بنا تھا کہ یہاں ہر کوئی اپنی مرضی کا خدا، اپنی مرضی کی شریعت اور اپنی مرضی کی آزادی گھڑ لے؟

ہمارے اسلاف نے تو ایک ایسا پاکستان چاہا تھا جو دنیا میں اسلام کا قلعہ بنے، جہاں مظلوموں کو انصاف ملے، جہاں تعلیم ایمان سے جڑی ہو، جہاں معیشت سود سے پاک ہو، جہاں قانون قرآن کے تابع ہو، اور جہاں حکمران اللہ کے بندے ہوں، مغرب کے غلام نہ ہوں۔ لیکن آج کا پاکستان ان خوابوں سے کوسوں دور ہے۔

مگر...... اب بھی وقت ہے امید ابھی زندہ ہے مایوسی کفر ہے۔ اگر ہم آج بھی توبہ کے ساتھ لوٹ آئیں، اگر ہم اپنے گھروں سے اسلامی ماحول کی شروعات کریں، اگر ہم قرآن وسنت کو اپنی زندگی میں اتار لیں، اگر ہم بے حیائی کے سیلاب کے سامنے بند باندھ دیں، اگر ہم علمائے کرام کی سرپرستی میں آجائیں، اگر

ہم دینی مدارس کو مضبوط کرنے میں ان کا ساتھ دیں، اگر ہم اپنی نسلوں کو اصل تاریخ اور دین سے جوڑ دیں، تو وہی پاکستان ایک بار پھر روشنی کا مینار بن سکتا ہے۔

یاد رکھیے! پاکستان امانت ہے۔ یہ امانت ہمیں اللہ نے شہداء کی قربانیوں کے صدقے دی اگر ہم نے اس امانت میں خیانت کی تو صرف تاریخ ہی نہیں، قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی جوابدہ ہوں گے۔

آیئے اس یومِ آزادی پر صرف جھنڈے نہ لہرائیں، نغمے نہ گائیں، بلکہ ایک نیا عہد کریں: ہم پاکستان کو اس کی اصل روح لوٹائیں گے۔ ہم اس وطن کو صرف بسنے کی جگہ نہیں، جینے کا مقصد سمجھیں گے۔ ہم اس سرزمین کو واقعی "لا إله إلا الله" کا عملی مظہر بنائیں گے۔

اے ارضِ پاکستان! ہم شرمندہ بھی ہیں...... لیکن وعدہ کرتے ہیں، کہ تجھے پھر سے نظریاتی وفکری روشنی کا چراغ بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

والسلام
محمد سلیمان بن محمد یوسف
مدیر مسئول

ایثار

احسان کا اعلی درجہ یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کا خود ضرورت مند ہو لیکن جب کوئی دوسرا حاجت منداس کے سامنے آجائے تو چیز اس کو دے دے اور خود تکلیف اٹھالے، اسی کا نام ایثار ہے بلا شبہ انسانی اخلاق میں اس کا مقام بلند ہے...... رسول اللہ ﷺ کا خود اپنا طرز عمل بھی یہ ہی تھا اور دوسروں کو بھی آپ ﷺ اس کی تعلیم اور ترغیب دیتے تھے۔

(مسند احمد وشعب الایمان،)

درسِ قرآن: انوار البیان
از: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

...سورۃ ابراھیم... ...آیت نمبر ۳۴

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ

ترجمہ'': اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر کو امن و امان والا بنا دیجیے اور مجھے اور میرے فرزندوں کو اس سے دور رکھیے کہ ہم بتوں کو پوجیں۔''

تفسیر: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنی اولاد کو بیت اللہ کے نزدیک ٹھہرانا اور ان کے لیے دعا کرنا کہ شرک سے بچیں اور نماز قائم کریں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) موحد تھے ان کے علاقہ کے لوگ جو بابل کے قریب تھا بت پرست تھے، خود ان کے باپ بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے آپ نے ان لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور اس بارے میں بہت تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ انہیں آگ تک میں ڈالا گیا پھر اپنے علاقہ سے ہجرت کر کے فلسطین میں تشریف لے آئے ہجرت میں ان کی بیوی بھی ساتھ تھیں۔ یہ چچا کی لڑکی تھیں، جن کا نام سارہ تھا۔ پھر سفر ہجرت میں ایک بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا بدنیتی سے ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ پاؤں اکڑ گئے پھر ان کو چھوڑ دیا پھر ان کی خدمت کے لیے ایک عورت پیش کر دی جن کا نام ہاجرہ تھا ان سے ابراہیم علیہ السلام کی شادی کروادی حضرت سارہ سے اسحٰق (علیہ السلام) پیدا ہوئے اور حضرت ہاجرہ سے اسماعیل (علیہ السلام) پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جاؤ اسمٰعیل اور اس کی والدہ کو سرزمین عرب مکہ معظّمہ میں چھوڑ آؤ وہ اپنی بیوی کو لے کر مکہ معظّمہ تشریف لے آئے اور کعبہ شریف کے

قریب چھوڑ دیا اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھیے ان بتوں کے ذریعہ بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں میں ان لوگوں سے بیزار ہوں، جو شخص میری اتباع کرے توحید کی راہ چلے وہ میرا ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے وہ میرا نہیں ہے، آپ اسے ہدایت دیکر مغفرت کے راستے پر ڈال سکتے ہیں اور اس پر رحم فرما سکتے ہیں، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میں آپ کے معظم گھر (کعبہ شریف) کے قریب اس وادی (میدان) میں اپنی بعض اولاد کو چھوڑ رہا ہوں یہ میدان کھیتی والا نہیں ہے حکم کی تعمیل میں یہاں قیام کرر ہا ہوں آپ میری اس ذریت کو اور اس کی نسل کو ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق دیجیے میں انہیں یہاں اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ نماز قائم کریں (نماز ایمان کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے اس لیے دعا میں اس کا خصوصی ذکر فرما دیا اس میں دیگر اعمال صالحہ کی بھی دعا آ گئی) میری نسل کے یہ لوگ خود بھی دین پر چلنے والے بنیں اور دوسروں کے لیے بھی مقتدا بن جائیں لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دیجیے تا کہ ان سے ایمان اور اعمال صالحہ سیکھ سکیں، یہ تو ان کی دینی زندگی کے لیے دعا کی اور ان کی دنیاوی زندگی اور غذا کے لیے یوں دعا کی کہ اے میرے رب انہیں پھل عطا فرمانا تا کہ یہ شکر گزار ہوں، گو یہ جگہ ایسی ہے جہاں چٹیل میدان ہے اور ہر طرف سنسان ہے لیکن آپ اپنی قدرت کاملہ سے ان کو پھل نصیب فرمائیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کی دعائیں قبول فرمائیں، ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) جنہیں مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے تھے اور ان کی نسل کو ایمان سے اور اعمال صالحہ سے مالا مال فرمایا اور انہیں مقتدا ہونے کی شان بھی عطا فرمائی ان کی طرف لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے نیز انہیں رزق بھی خوب عطا فرمایا اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ایسی قبول فرمائی کہ دنیا بھر سے مکہ معظّمہ میں پھل آتے اور وہاں کے مقامی حضرات اور حجاج اور زائرین سب ہی کھاتے ہیں اور ان سے منتفع اور متمتع ہوتے ہیں۔

سورۃ قصص میں فرمایا (اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ) (کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس رزق کے طور پر ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے)

مکہ معظّمہ کے قریب ہی شہر طائف آباد ہے اور وہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے ہمیشہ وہاں سے طرح طرح کے پھل مکہ معظّمہ پہنچتے رہے ہیں اور دنیا کے تمام اطراف واکناف سے مکہ معظّمہ میں طرح طرح کے

پھل آ رہے ہیں شاید دنیا کا کوئی پھل ایسا نہ بچا ہو جو مکہ معظّمہ نہ پہنچا ہو بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ثمرات کے عموم میں درختوں کے پھلوں کے علاوہ مشینوں کی پیداوار اور دستکاریوں سے حاصل ہونے والا سامان بھی داخل ہے مکہ کی سرزمین میں نہ کاشت ہے نہ شجرکاری ہے اور نہ صنعتکاری لیکن پھر بھی اس میں دنیا بھر کے ثمرات اور طرح طرح کی مصنوعات ملتی ہیں۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنی بیوی اور بچہ کو مکہ معظّمہ کی چٹیل زمین میں چھوڑ کر واپس فلسطین تشریف لے گئے اور ان کے گزارے کے لیے ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں اور مشکیزے میں پانی رکھ دیا جب واپس ہونے لگے تو ان کی اہلیہ پیچھے ہولیں اور کہنے لگیں کہ ہمیں یہاں چھوڑ کر آپ کہاں جا رہے ہیں یہاں نہ آرام ہے نہ آدم زاد نہ اور کوئی چیز ہے، انہوں نے کئی بار یہ سوال کیا لیکن حضرت ابراہیم (علیہ السلام) خاموش رہے آخر میں اس مومنہ خاتون نے کہا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں اس پر وہ کہنے لگیں کہ پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہ فرمائے گا، جب مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا تو وہ پانی کی تلاش میں نکلیں سات مرتبہ صفا مروہ پر آنا جانا کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بچہ کے قریب فرشتے کے ایڑی مارنے سے چشمہ جاری فرما دیا، دونوں ماں بیٹے وہیں رہتے رہے پھر قبیلہ بنی جرہم بھی وہاں آ کر آباد ہوگیا یہ قبیلہ (فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ) کی مقبولیت کا اولین مصداق تھا۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کبھی کبھی اپنی بیوی اور بچہ کی خبر لینے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) بڑے ہوگئے تو بنی جرہم میں ان کی شادی بھی ہوگئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں باپ بیٹوں نے مل کر کعبہ شریف تعمیر کیا جسے پہلے فرشتوں نے پھر آدم (علیہ السلام) نے بنایا تھا پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں جو طوفان آیا تھا اس کی وجہ سے دیواریں مسمار ہوگئی تھیں اور عمارت کا ظاہری پتہ بھی نہ رہا تھا جس جگہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ تعمیر کیا چونکہ اس جگہ کے قریب اپنی بیوی اور بچہ کو چھوڑا تھا اس لیے دعا میں یوں عرض کیا (اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بیوی اور بچے سے رخصت ہو کر آگے بڑھے تو قبلہ رخ ہو کر ایسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں سے کعبہ شریف کی اٹھی ہوئی جگہ نظر آتی تھی جو ٹیلہ کی شکل میں تھی اور بیوی بچہ نظر سے اوجھل تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا کی جو آیت شریفہ میں مذکور ہے۔ یہ تو معلوم تھا کہ یہاں اللہ کا گھر ہے لیکن خصوصی طور پر متعین کر کے جگہ معلوم نہیں تھی، جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کعبہ شریف بنانے لگے تو انہیں متعین طور پر

کعبہ شریف کی جگہ بتا دی گئی جسے سورۃ حج کی آیت کریمہ (وَ اِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ) میں بیان فرمایا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حضرت ابراہیم علی نبینا (علیہ السلام) کی نسل میں اہل ایمان رہے اور مکہ معظّمہ میں بستے رہے جو حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے تھے پھر اہل مکہ مشرک ہو گئے بتوں کی پوجا کرنے لگے اور کعبہ شریف تک میں بت رکھ دیئے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ بھی حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی نسل میں سے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے توحید کی دعوت دی اور توحید کو پھیلانے اور شرک کو مٹانے کے لیے بڑی بڑی محنتیں کیں اور قربانیاں دیں جس کی وجہ سے اہل مکہ پھر توحید پر آ گئے اور دنیا بھر کے قلوب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کعبہ شریف بتوں سے پاک وصاف ہو گیا۔

فصلی اللہ تعالیٰ علی ابراہیم واسمٰعیل و محمد ن النبی العربی المکی المدنی صلوٰۃ دائمۃ علی مر الدھور والاعصار

***

سانحہ وفات حضرت مولانا محمود میاں صاحب رحمہ اللہ

انا للہ و انا الیہ راجعون

تمام اراکین شوریٰ اور اساتذہ و منتظمین جامعہ دار التقویٰ حضرت مولانا سید محمود میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت پر ملال پر دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم رحمہ اللہ نہ صرف ایک عظیم عالم، مدرس، محدث اور خطیب تھے بلکہ اپنے بزرگوں کی علمی، دینی، تحریکی اور سیاسی وراثت کے سچے امین بھی تھے۔ ان کی خدمات، خصوصاً جامعہ مدنیہ جدید کے قیام، استحکام اور فروغ میں بے مثال ہیں۔ یہ بات ہمارے لیے بھی باعث سعادت ہے کہ حضرت مرحومؒ کے تلامذہ اور فیض یافتگان اور رفقاء جامعہ دار التقویٰ میں تدریسی و علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔۔ ان کی رحلت ایک ایسا خلا ہے جو عرصہ دراز تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، ان کے حسنات کو قبول فرمائے، اور ان کے جانشین کو حضرتؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق واستقامت عطا فرمائے۔۔ آمین

اقتباس از فہم حدیث
مؤلفہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحبؒ

طلاق

طلاق جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا حلال (اور جائز) چیزوں میں سے (باوجود جائز ہونے کے) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ (چیز) طلاق ہے۔

فائدہ: جائز ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس میں پسندیدگی اور خوشی بھی ہو مثلاً دو حقیقی بھائیوں میں آپس میں ٹھن جائے اور بات بات پر لڑتے ہوں تو والدین مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ تم دونوں آپس میں نہ ملا کرو نہ کوئی بات کیا کرو حالانکہ وہ دل سے یہ پسند نہیں کرتے کہ بھائی بھائی آپس میں غیر بن کر رہیں بلکہ دل میں ان کو یہی پسند ہوتا ہے کہ وہ بھائیوں کی طرح آپس میں شیر و شکر ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو پسند تو یہ ہے کہ میاں بیوی میں جب ایک رشتہ قائم ہو گیا ہے تو اب وہ آپس میں خوش اسلوبی سے نبھایا کریں ہاں اگر کسی بھی وجہ سے نبھاؤ نہ ہو سکے تو لڑائی جھگڑے سے بہتر ہے کہ علیحدہ ہو جائیں۔ البتہ شیطان کو یہ پسند ہے کہ میاں بیوی میں جدائی ہو جائے۔

طلاق دینے کی مختلف صورتیں

سب سے بہتر طریقہ

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاحِدَةً ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتّٰى تَحِيضَ ثَلَاثَ حِيَضٍ۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ (جب) آدمی (نے

طلاق دینی ہوتو وہ) اپنی بیوی کو (صرف) ایک طلاق دے پھر اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ عورت کو تین حیض آ جائیں (کہ اس سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی اور نکاح ختم ہو جائے گا لیکن اس کی گنجائش رہے گی کہ عدت کے دوران شوہر رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہو لیکن دونوں میاں بیوی چاہیں تو دوبارہ نکاح کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں)۔

جائز طریقہ

عَنْ أَبِیْ الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّہٗ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّۃِ تَطْلِیْقَۃٌ وَھِیَ طَاھِرٌ فِی غَیْرِ جِمَاعٍ فَإِذَا حَاضَتْ وَطَھُرَتْ طَلَّقَھَا أُخْرٰی فَإِذَا حَاضَتْ وَطَھُرَتْ طَلَّقَھَا أُخْرٰی ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِکَ بِحَیْضَۃٍ (نسائی)

ابواحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا طلاق دینے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو پاکی کے دنوں میں جبکہ اس سے (ان دنوں میں) جماع بھی نہ کیا ہو ایک طلاق دے دے (جماع نہ کرنے کی قید لگائی تا کہ جماع سے شہوت کو جو سیری ہوتی ہے وہ عورت سے جدائی اختیار کرنے میں اثر انداز نہ ہو) پھر جب حیض گزر جائے اور پاکی کے دن (دوبارہ) آ جائیں تو اس کو ایک اور طلاق دے دے۔ پھر جب (دوسرا) حیض آ کر عورت پھر پاک ہو جائے تو اس کو ایک اور (یعنی تیسری) طلاق دے دے۔ (عورت کی عدت تو پہلی طلاق ہی سے شروع ہو گئی تھی اور اب تک دو حیض گزر چکے ہیں لہٰذا) اب عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد (صرف) ایک حیض عدت کے طور پر گزارے گی۔

طلاق دینے کے وہ طریقے جن میں گناہ بھی ہوتا ہے اور طلاق بھی ہوتی ہے۔

1۔حیض کے دنوں میں طلاق دینا

حیض کے دنوں میں شوہر کے اندر بیوی کے لئے ناپاکی کے تصور سے طبعی طور پر تنفر اور بے رغبتی ہو سکتی ہے۔ یہ بات غیر مناسب ہے کہ عارضی بے رغبتی مستقل جدائی کا سبب بن جائے اس لئے حیض کے دنوں میں طلاق دینا صحیح نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّہٗ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُرْہُ فَلْیُرَا جِعْھَا ثُمَّ لِیُمْسِکْھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ثُمَّ تَحِیضَ ثُمَّ تَطْھُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَکَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ یَمُسَّ (بخاری) فَقَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللهِ أَفَتَحْتَسِبُ بِتِلْکَ التَّطْلِیْقَۃِ

قَالَ نَعَمْ (دارقطنی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو جبکہ وہ حالت حیض میں تھیں ایک طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے کے اس فعل کے بارے میں) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا (حالت حیض میں طلاق دینا گناہ کا طریقہ ہے لہٰذا) تم ان کو (یعنی اپنے بیٹے عبداللہ کو) حکم دو کہ وہ (پہلے تو) اپنی بیوی سے رجوع کر لیں (تا کہ اس گناہ کے طریقہ سے اجتناب ہو جائے۔ اور پھر وہ اپنی بیوی کو (اپنے نکاح میں) روکے رکھیں یہاں تک کہ وہ (اس موجودہ حیض سے) پاک ہو جائے پھر اس کو (دوبارہ) حیض آئے پھر (اس دوسرے حیض سے بھی وہ) پاک ہو جائے۔ پھر اگر عبداللہ چاہیں تو اس کے بعد بھی (بیوی کو اپنے نکاح میں) روکے رکھیں اور اگر چاہیں (کہ طلاق ہی دینی ہے) تو صحبت کرنے سے پہلے بیوی کو طلاق دے دیں۔ (ایک روایت میں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا (عبداللہ کی بیوی) اس ایک طلاق کو شمار کرے (جو اسے دی گئی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔

2۔ایک پاکی کی مدت میں تین طلاقیں دینا خواہ اکٹھی یا متفرق

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهٗ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلاَ ثًا فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيَرُدُّهَا إِلَيْهِ فَقَالَ يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْأُحْمُوْقَةَ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّ اللهَ قَالَ وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلاَ أَجِدُ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ (ابوداؤد)

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس (بیٹھا) تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو (ایک وقت میں) تین طلاقیں دے دی ہیں تو (کیا کوئی گنجائش ہے۔ اس پر) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ (شاید کوئی صورت سوچ کر) وہ اس کی بیوی اس کو واپس دلا دیں گے (لیکن) پھر انہوں نے فرمایا تم میں سے ایک شروع ہوتا ہے اور حماقت پر سوار ہو جاتا ہے (اور تین طلاقیں دے بیٹھتا ہے اور) پھر (میرے پاس آ کر) اے ابن عباس اے ابن عباس (کوئی راہ نکالئے) کی دہائی دینے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللهُ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا (جو کوئی اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے خلاصی کی راہ نکالتے

ہیں) تم تو اللہ سے ڈرے ہی نہیں (اورتم نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں جو کہ گناہ کی بات ہے۔تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی (اس لئے تمہارے لئے خلاصی کی کوئی راہ نہیں) اورتمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی۔

عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ عَمِّیْ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ ثَلاَ ثًاقَالَ إِنَّ عَمَّکَ عَصَی اللّٰہَ فَأَنْدَمَہُ اللّٰہُ فَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ مَخْرَجًا (ابن ابی شیبہ)

مالک بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو (اکٹھی) تین طلاقیں دے دی ہیں تو (خلاصی کی کوئی راہ بتائیں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ندامت میں ڈال دیا اوراس کے لئے خلاصی کی کوئی راہ نہیں رکھی۔

چونکہ یہ نافرمانی اور گناہ کا طریقہ ہے اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں تو آپ سخت ناراض ہوئے۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ ثَلاَثَ تَطْلِیْقَاتٍ جَمِیْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَ یُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَأَنَا بَیْنَ أَظْھُرِکُمْ حَتّٰی قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ أَلَا أَقْتُلُہٗ (نسائی)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں۔(اس پر) آپ غصہ سے کھڑے ہوگئے پھر فرمایا کیا جبکہ میں تم میں موجود ہوں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے (کہ قرآن کے بتائے ہوئے اچھے طریقے کو چھوڑ کر گناہ کے طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے۔آپ نے اتنی دیر تک اتنے زیادہ غصہ کا اظہار فرمایا) یہاں تک کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناپسندیدگی کا تحمل نہ کرکے) ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے سخت غصہ کی بات ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات پر تو قتل کی سزا ہونی چاہئے تو) کیا میں اس کو (سزا میں) قتل (ہی) نہ کردوں۔

فائدہ: آگے ان دو حدیثوں کا ذکر ہے جن سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق پڑتی ہے۔ان کی یہ غلط فہمی حدیث کے صحیح مطلب کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رُکَانَۃَ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ ثَلاَ ثًا فَجَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاحِدَۃً (احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو (ایک ہی مجلس میں

اکٹھی) تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک ہی طلاق قرار دیا۔

اصل بات یہ ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ طلاق کی نیت سے بتہ کا لفظ کہا تھا جس کا مطلب ہے میں نے تجھے اپنے سے کاٹ دیا۔ چونکہ عرب یہ بول کر سمجھتے تھے کہ اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اور تین طلاق کی طرح اس سے رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے خود انہوں نے بھی اور دوسرے لوگوں نے بھی یہ خیال کیا کہ تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں لیکن نبی ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی اور بتایا کہ اگر اس لفظ کو کہنے میں تین کی نیت نہ ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور فریقین باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کر کے اکٹھے رہ سکتے ہیں۔

عَنْ رُكَانَةَ أَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ اَلْبَتَّةَ فَأَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا أَرَدْتَّ قَالَ وَاحِدَةً قَالَ آللّٰهُ قَالَ آللّٰهُ قَالَ هُوَ عَلٰى مَا أَرَدْتَّ (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بتہ کے لفظ کے ساتھ طلاق دی (بعد میں ان کو افسوس بھی ہوا لیکن انہوں نے ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔ اس عورت نے نبی ﷺ کی مجلس میں آ کر رکانہ کی نامردی کا ناحق الزام لگایا تو نبی ﷺ نے رکانہ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دے دو اور سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر لو۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے تو اس کو تین طلاق دے دی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے کیسے طلاق دی تھی یعنی کیا لفظ کہے تھے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے بتہ کا لفظ کہا تھا) آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری مراد کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک طلاق مراد تھی۔ آپ نے پوچھا اللہ کی قسم (کیا ایک ہی طلاق مراد تھی؟) انہوں نے جواب دیا اللہ کی قسم (ایک ہی طلاق مراد تھی) آپ ﷺ نے فرمایا جو تمہاری مراد تھی وہی واقع ہوئی (یعنی ایک ہی ہوئی لہٰذا تم اپنی سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر لو)۔

مذکورہ بالا تفصیل مختلف حدیثوں میں وارد ہوئی ہے۔ ان سب حدیثوں کو سامنے رکھیں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے اور کسی قسم کا اشکال نہیں رہتا۔

عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِيْ بَكْرٍ وَ سَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ (مسلم)

طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی االلہ عنہ کی خلافت کے (پہلے) دوسال میں طلاق کا معاملہ یہ تھا کہ تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کام میں لوگوں کے لئے مہلت تھی اس میں انہوں نے جلدی کرنی شروع کردی تو کیوں نہ ہم اس کو ان پر نافذ ہی کر دیں۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تین طلاقوں کو) لوگوں پر نافذ کر دیا۔

اس حدیث کا یہ مطلب لینا کہ نبی ﷺ سے ثابت شدہ حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی بھی مصلحت سے تبدیل کر دیا بہت ہی غیر مناسب ہے کیونکہ کسی بھی امتی کو یہ حق نہیں کہ وہ شرعی حکم کو تبدیل کر دے۔ پھر اس میں تمام صحابہ کے بارے میں بدگمانی لازم آتی ہے کہ انہوں نے ایک غلطی کے خلاف کچھ آواز نہ اٹھائی یہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی اصلاح نہیں کی۔

اصل بات یہ ہے کہ شروع کا دور صحابہ کا دور تھا جو کمال اخلاص اور کمال سچائی والے تھے۔ ان میں سے اگر کوئی یہ کہتا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین دفعہ ''تجھے طلاق ہے'' کے الفاظ کہے اور پہلی دفعہ کہنے سے طلاق مراد تھی جبکہ بقیہ دو دفعہ کہنے سے اسی ایک کی تاکید مراد تھی تو صحابہ کی سچائی کے غلبہ کی وجہ سے اس کی بات مان لی جاتی تھی اور قانون کے اس ضابطہ کو موخر کر دیا گیا تھا کہ عدالت ظاہری معاملہ کو دیکھے گی دل کی نیت سے اس کو بحث نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بہت سے نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے اور طلاق کی مذکورہ صورت بکثرت پیش آنے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہ اب نئے لوگوں میں احتیاط اور سچائی کا وہ معیار نہیں اور اب قانونی ضابطہ کو موخر کرنے کی وجہ باقی نہیں رہی لہٰذا انہوں نے یہ اعلان کرا دیا کہ لوگوں کو یہ مہلت حاصل ہے کہ وہ تین طلاقیں ایک ایک کر کے تین مہینوں میں دیں لیکن وہ چونکہ طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے ہیں اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور ان کی سچائی کا معیار وہ نہیں جو پہلے لوگوں میں تھا لہٰذا اب اگر کوئی تین طلاقیں اکٹھی دے گا تو تینوں واقع سمجھی جائیں گی۔

اس بات کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے وہ فتوے ہیں جو اوپر ذکر ہوئے جن میں اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا قول کیا۔

اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کے مزید دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

عَنْ عَطَاء بْنِ يَسَارٍ أَنَّهٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلاَ ثًا قَبْلَ أَنْ يَّمُسَّهَا قَالَ عَطَاءٌ فَقُلْتُ إِنَّمَا طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ إِنَّمَا أَنْتَ قَاصٍّ اَلْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (مؤطا مالک)

عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس یہ سوال لے کر آیا کہ اس نے رخصتی سے پہلے اپنی بیوی کو (یہ کہہ کر کہ تجھے تین طلاق ہیں اکٹھی) تین طلاقیں دے دی ہیں۔ عطاء کہتے ہیں میں نے کہا کنواری کی طلاق تو صرف ایک ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم تو محض واعظ ہو (مسائل سے تمہارا کیا تعلق۔ جس کی رخصتی نہ ہوئی ہو) ایک طلاق اس کو جدا کر دیتی ہے اور تین طلاقیں (جو یوں کہہ کر دی گئی ہوں کہ تجھے تین طلاقیں ہیں) اس کو (طلاق مغلظ کے ساتھ طلاق دینے والے شوہر پر) حرام کر دیتی ہیں جب تک کہ وہ عورت اس (طلاق دینے والے) کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

***

ہر مسلمان مرد و عورت خصوصاً نوجوان بچوں اور بچیوں کیلئے جنات اور شیاطین سے حفاظت کی دعا:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنات اور بنی آدم کی پردہ والی جگہوں کے درمیان بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو 'آڑ' ہے۔

(لابن السنی)

صحابہ کرام کی ثروت وسخاوت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم
استاد الحدیث جامعہ دارالتقویٰ لاہور

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ ''صحابۂ کرام ایسے لوگ ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی جو شان بیان فرمائی ہے وہ سو فیصد صحیح ہے کیونکہ جب ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے صحابۂ کرام ایسے تھے جن کے ہاں آل واولاد کی کثرت اور مال ودولت کی انتہائی وسعت تھی، لیکن اس کے باوجود وہ یادِ الٰہی میں مگن تھے اور یہ چیزیں اُن کے راستے میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں بنتی تھیں تاریخ کے حوالے سے چند صحابۂ کرام کے واقعات درج کیے جاتے ہیں:

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اپنے زمانے کے مال دار ترین لوگوں میں سے تھے، آپ کی دولت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

1۔آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لیے اس کے قریب قطعۂ زمین پچیس ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی میں شامل فرمایا: البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۷۷

2۔پینتیس ہزار درہم میں میٹھے پانی کا کنواں ''بیر رُومہ'' خرید کر وقفِ عام فرمایا۔

3۔غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے تقریباً ایک تہائی فوج کا ساز وسامان فراہم کیا، آپ کے وصال کے وقت آپ کے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں اور دس لاکھ درہم تھے اور جائیداد خیبر، وادیِ قرٰی وغیرہ کی تھی جس کی قیمت دو لاکھ دینار تھی۔لیکن اس سب کے باوجود آپ کی عبادت کا حال یہ تھا کہ بعض اوقات شب میں اور ایک رکعت میں پُورے قرآن کی تلاوت کرجاتے تھے۔(طبقات ابن سعد ج:۳،ص:۵۳،)

نماز بے حد خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے اس میں اس درجہ محویت تھی کہ گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں رہتی تھی، چنانچہ عین اس موقع پر جبکہ محاصرہ کے دنوں میں باغیوں نے قصرِ خلافت کے دروازوں کو آگ لگادی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور اُنہوں نے سورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی تھی، باہر شور وغل ہو رہا تھا لیکن آپ سب سے بے خبر کمال طمانینت ویکسوئی کے ساتھ نماز میں مشغول رہے پھر اسی عالمِ دار وگیر میں نماز ختم کی تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ شہادت کا واقعہ پیش آگیا۔'' (طبری ج:۴،ص:۳۸۹)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں،''حَوَارِیِ رسول'' (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا لقب ہے۔صحابۂ کرام میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں ۳۶ھ میں چونسٹھ برس کی عمر میں جنگ جَمَل کے موقع پر شہید ہوئے ہیں۔ جس وقت آپ شہید ہُوئے نو بیٹے نو بیٹیاں چار بیویاں تھیں،بعض پوتے بعض بیٹیوں سے بھی بڑے تھے، آپ کے ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ اُجرت پر کام کرکے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے،آپ کے تموُّل کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم یا دینار کیا گیا تھا جو جائیدادِ غیر منقولہ کی شکل میں تھا، چار بیویوں میں سے ہر بیوی کو بارہ بارہ لاکھ درہم یا دینار کے حساب سے رقم ملی،لیکن اس کے باوجود دِل میں ذوقِ عبادت اور خوف وخشیت کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا تھا حتیٰ کہ آپ کی شہادت بھی نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں واقع ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے خوش نصیب آپ ہی ہیں۔آپ

کی پیدائش سے مہاجرین کو غیر معمولی مسرّت اور خوشی ہُوئی تھی، سن ۷۲ ہجری میں حجاج بن یُوسف کی فوج سے مقابلہ کرتے ہُوئے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا، آپ نے اپنے ترکہ میں پچاس ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام چھوڑے تھے لیکن آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی کیل گاڑ دی گئی ہو۔سجدہ اتنا لمبا ہوتا کہ چڑیاں کمر پر آ کر بیٹھ جاتیں اور حرکت کا ذکر نہیں، جس زمانے میں آپ پر چڑھائی ہورہی تھی اور گولہ باری زوروں پر تھی آپ نماز پڑھ رہے تھے ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے اس کا ایک حصہ گرا آپ کی ڈاڑھی کے پاس سے گزرا مگر آپ کو اس کا پتہ تک نہ چلا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

آپ قدیم الاسلام اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔تاریخ میں آپ کی تیرہ بیویوں اکیس لڑکوں اور سات لڑکیوں کے نام ملتے ہیں۔آپ تجارت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے کاروبار میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی تھی، خود فرماتے ہیں کہ اگر میں پتھر بھی اُٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سونا نکل آتا ہے۔ایک دفعہ آپ کا تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ آیا تو اس میں سات سو اونٹ پر صرف گیہوں آٹا اور اور دوسری اشیائے خوردنی بار تھیں، اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ طیبہ میں غُل پڑ گیا۔
(اسد الغابہ)

آپ کی دولت کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے، البتہّ چونکہ آپ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد فیاض بھی تھے اور بڑی فیاضی کے ساتھ روپیہ پیسہ خرچتے تھے اس لیے آپ کی داد ودہش کے واقعات سے آپ کی دولت کا معمولی سا اندازہ لگایا جا سکتا ہَے۔

1۔جس وقت سورۂ براءت نازل ہوئی اور صحابہ کرام کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی تو آپ نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار (درہم یا دینار) پیش کیے پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کیے اسی طرح جہاد کے لیے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اُونٹ حاضر کیے۔(اسد الغابہ ج:۳،ص:۳۱۷)

2۔عام خیرات وصدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک دفعہ آپ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی اور سب مال راہِ خُدا میں لٹا دیا۔(طبقات ابن سعد قسم اول، جزء ثانی ،)

3۔ وفات کے وقت پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا میں وقف کیے۔ نیز غزوۂ بدر میں جو صحابہ کرام شریک ہوئے تھے اور اس وقت تک حیات تھے اُن میں سے ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار کی وصیّت کی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو بدری صحابہ بقید حیات تھے اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیّت سے فائدہ اٹھایا، یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی حصہ لیا۔(اسد الغابہ)

4۔اُمہات المؤمنین کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔

اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود آپ اپنے وارثوں کے لیے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے یہاں تک کہ چاروں بیویوں نے جائیدادِ متروکہ کے صرف آٹھویں حصہ سے اسی، اسی ہزار دینار پائے، سونے کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے، جائداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اُونٹ اور سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔(اسد الغابہ ج:۳،ص:۳۱۷)

لیکن اس قدر کثیر مال و دولت ہونے کے باوجود عبادت کا یہ حال تھا کہ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ خصوصاً ظہر کے وقت فرض سے پہلے دیر تک نوافل میں مشغول رہتے تھے ۲؎۔ اکثر روزے رکھتے تھے، بارہا حج کے لیے تشریف لے گئے۔ (اصابہ ج:۴،ص:۱۷۷)

***

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
’’نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اسے ناپسند جانے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔‘‘(مسلم)

صفر المظفر کا مہینہ۔۔۔ بدشگونیاں اور شریعت مطہرہ

حافظ فہد اعوان
جامعہ دار التقوی لاہور

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفر المظفر ہے جس کے متعلق لوگوں میں بہت ساری غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ماہ صفر کے متعلق ایک طرف تو بہت سی توہمات اور بدشگونیاں اور دوسری طرف اس کے بارے میں خود ساختہ حل بھی تلاش کر لئے گئے ہیں، مثلاً اس ماہ میں شادی نہ کرنا سفر نہ کرنا، کاروبار کا آغاز نہ کرنا۔ اس ماہ کو مردوں پر بھاری سمجھنا اس کی تیرہ تاریخ کو منحوس سمجھنا وغیرہ وغیرہ، اس مہینے میں مختلف چیزیں پکا کر محلے میں بانٹنا کہ ہماری بلائیں ٹل جائیں یا دوسروں کی طرف چلی جائیں لیکن دین اسلام میں ان تمام باتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

آفتاب کا طلوع وغروب ہونا، چاند ستاروں کا نکلنا اور چھپ جانا، دن کا نکلنا رات کا چھا جانا سب اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ ساعتوں سے گھنٹے گھنٹوں سے دن دن سے ہفتے ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال بنتے ہیں یہی ماہ وسال زمانہ ہیں جس کو بُرا کہنے سے حدیث قدسی میں روکا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابنِ آدم زمانے کو گالی دیکر مجھے اذیت دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں، میرے ہاتھ میں ہر کام ہے میں، دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

سورۃ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہوتا ہے کہ ترجمہ! لوگ آپ ﷺ سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ ﷺ کہہ دیجیئے کہ یہ لوگوں اور حج کیلئے اوقات بتانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ

تعالی نے انسان کیلئے یہ اہتمام فرمایا ہے کہ وہ آسانی سے تاریخوں کا تعین کر سکے۔ چاند اللہ تعالی کے مقرر کردہ ضابطہ کا پابند ہے، اس لئے اس کے گھٹنے بڑھنے سے نہ تو کسی کی قسمت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی کسی خاص مہینے کا چاند نظر آنے سے کسی نحوست کی ابتدا ہوتی ہے اور نہ کسی خوش قسمتی کا آغاز ہوتا ہے۔

انسان کی خوش قسمتی اور بدقسمتی کا انحصار سورج چاند اور ستاروں کی گردش پر نہیں بلکہ انسان کے اپنے اعمال پر ہے۔ اسی طرح مہینوں کی تعداد بھی اللہ تعالی کی مقرر کردہ ہے چنانچہ اللہ تعالی نے سورۃ توبہ میں ارشاد فرمایا! بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالی کے نزدیک اللہ تعالی کی کتاب میں بارہ مہینے ہے جب سے اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

ماہ صفر وہ مہینہ ہے جس میں آپ ﷺ نے معمول کی عبادت کے علاوہ نہ کوئی خاص عبادت کی اور نہ ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی کسی خاص بلا سے بچنے کیلئے خبردار کیا تو ہمات اور شگون (بدفالی) جو اس مہینے سے منسوب کیے جاتے ہیں اُن کی کوئی حقیقت نہیں زمانہ جہالت میں عربوں کے ہاں اس ماہ سے متعلق جو غلط تصورات پائے جاتے تھے، اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اہل عرب حرمت کی وجہ سے چار مہینے جن میں رجب، ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم شامل ہیں ان میں جنگ وجدل سے باز رہتے اور انتظار کرتے کہ یہ پابندیاں ختم ہوں اور وہ نکلیں اور لوٹ مار کریں، لہذا ماہِ صفر شروع ہوتے ہی وہ لوٹ مار، راہزنی اور جنگ وجدل کے ارادے سے وہ گھروں سے نکلتے تو اُن کے گھر خالی رہ جاتے، یوں عرب میں یہ محاورہ صفر المکان (گھر کا خالی ہونا) معروف ہو گیا صفر اور صفر کے معنی ہیں خالی ہونا جیسے صفر کا ہندسہ عربی میں کہتے ہیں (بیت صفر من المتاع) گھر سامان سے خالی ہو گیا (لسان العرب)

مشہور محدث اور تاریخ دان علامہ سخاویؒ نے اپنی کتاب المشهور في اسماء الايام والشهور، میں ماہ صفر کی یہی وجہ تسمیہ لکھی ہے۔ عربوں نے جب یہ دیکھا کہ اس مہینے میں لوگ قتل ہوتے ہیں اور گھر برباد خالی ہو جاتے ہیں تو انہوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ یہ ماہ صفر کا مہینہ ہمارے لئے منحوس ہے اور گھروں کی بربادی اور ویرانی کی اصل وجہ پر غور وفکر نہ کیا، نہ ہی اپنے عمل کی خرابی کا احساس کیا، نہ لڑائی جھگڑے اور جنگ وجدال سے خود کو باز رکھا بلکہ اس مہینے کو ہی منحوس ٹھہرا دیا جبکہ نحوست کے متعلق قرآن کریم میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ترجمہ! اور ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک کتاب اس کیلئے نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا (اس سے کہا جائیگا) پڑھ اپنا نامہ اعمال آج

اپنا حساب لگانے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

یہ آیت مبارکہ اس بات کی وضاحت فرماتی ہے کہ انسان کی نحوست کا تعلق اسکے اپنے اعمال سے ہے جبکہ وہ عموماً سمجھتا ہے کہ نحوست کہیں دوسرے کی طرف سے آئی ہے چنانچہ وہ کبھی انسان کو کبھی جانور کو کبھی کسی عدد کو اور کبھی کسی مہینے کو منحوس قرار دینے لگتا ہے۔

بعض لوگ اس ماہ صفر میں شادی بیاہ یا کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے حالانکہ اس ماہ صفر المظفر سن 7 ہجری میں حضور نبی ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تھی۔

قارئین کرام سوچئے! اگر ماہ صفر میں شادی کرنا منحوس ہوتا تو حضور ﷺ کیوں شادی فرماتے؟؟ بلکہ ماہِ صفر ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھولے اور حضور نبی ﷺ اور آپ کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو فتح خیبر سے نوازا (البدایہ والنہایہ)

عربی میں نحوست کیلئے لفظ طیرہ استعمال ہوتا ہے جو طیر سے نکلا ہے جس کے معنی پرندے کے ہیں اہلِ عرب چونکہ پرندے کے اڑانے سے فال لیتے تھے اسی لئے طائر بدفالی کیلئے استعمال ہونے لگا یعنی بدشگونی لینا۔ دینِ اسلام میں کوئی دن مہینہ جگہ یا انسان منحوس نہیں بلکہ دراصل وہ انسان کا اپنا طرزِ عمل، رویہ اخلاق اور طریقہ ہوتا ہے جو اس کیلئے مختلف آزمائشوں کا سبب بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے کہ ترجمہ! کوئی بھلائی جو تمہیں پہنچے تو وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور کوئی برائی جو تمہیں پہنچے تو وہ تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔ (سورۃ النساء)

ایسا شخص جو بدشگونی (بدفالی) لیتا رہا اس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی چیز سے بدفالی پکڑ کر اپنے مقصد سے لوٹ آیا اُس نے شرک کیا۔ (صحابہ کرام نے عرض کیا) یا رسول اللہ ﷺ اس کا کفارہ کیا ہوگا، ارشاد فرمایا! وہ کہے اے اللہ! تیری دی ہوئی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیری فال کے سوا کوئی فال نہیں اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (مسند احمد)

وساوس اور توہمات سے شیطان انسان کو شرک میں مبتلا کر کے اس کے اعمال ضائع کرواتا ہے، یہ توہمات و بدشگونیاں انسان کو اندر سے کمزور کر دیتی ہیں اس کے برعکس اللہ تعالی کی ذات پر پختہ ایمان وتوکل انسان کو جرات، بہادری اور اعتماد دیتا ہے، اُسے جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ چنانچہ ان توہمات اور بدشگونیوں سے دل کو پاک وصاف رکھتے ہوئے اللہ تعالی پر توکل کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے بدشگونی شرک ہے تین بار ارشاد فرمایا اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر (اُسے وہم ہو جاتا ہے) لیکن اللہ تعالی پر توکل کی وجہ سے اُسے دور کر دیتا ہے، (سنن ابی داؤد)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا چھوت چھات، نحوست اور اُلو اور صفر کچھ نہیں اور کوڑھی سے اس طرح بچو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔ (بخاری شریف) اور سنن ابی داؤد میں حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ اُلو کا نکلنا کچھ ہے، نہ کسی ستارے کی کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالی کے اذن کے بغیر کوئی چیز نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتی، نہ ہی کوئی جراثیم نہ ہی کوئی وباء۔ یعنی پہلے مریض کو بیماری جہاں سے آئی ہے، یعنی اللہ کے اذن سے، باقی لوگوں کو بھی وہی سے آئے گی۔ البتہ انسان احتیاط کا دامن نہ چھوڑے کیونکہ تدبیر اختیار کرنے کا حکم بھی اللہ تعالی نے ہی دیا ہے۔ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے توکل وبھروسہ صرف اللہ تعالی پر ہی ہو۔ اسی طرح ستاروں میں اثرات سمجھنا یا ان کو منحوس سمجھنا اسی طرح تاریخوں کو منحوس سمجھنا، زائچے نکلوانا یہ سب چیزیں وہی خیالی اور باطل ہے انکا حقائق سے کچھ تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

البتہ اچھی چیزوں کو اپنے لئے خوش بختی کی علامت سمجھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں اور نہ بدفالی کوئی چیز ہے اور نیک فال یعنی اچھا کلمہ مجھے پسند ہے۔ (بخاری) مثلاً حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندے سہل بن عمرو کے آنے پر فرمایا تھا اب تمہارا معاملہ سہل (آسان) ہو گیا۔ (بخاری) مسلمان کا عقیدہ مضبوط اور ذہن واضح ہونا چاہیئے کہ خوشی اور غم نفع ونقصان سب اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، کوئی سکھ اور دکھ کوئی راحت وتکلیف اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک اللہ تعالی نہ چاہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ! کہہ دیجیئے کہ ہمیں ہرگز کوئی بھلائی یا برائی نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ تعالی نے ہمارے لئے لکھ دی، وہی ہمارا مولیٰ ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالی پر توکل کرنا چاہیئے۔ (التوبہ) اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مصیبت تم کو پہنچی وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو ٹل گئی وہ تم پر آ ہی نہیں سکتی تھی۔

یہی سوچ انسان کو ہر حال میں مطمئن رکھتی ہے کہ جو ہوا اللہ تعالی کے اذن سے ہوا، اس میں ضرور کوئی

اللہ تعالی کی حکمت پوشیدہ ہے۔اس طرح عقیدہ توحید مزید پختہ ہوتا ہے اور انسان جان لیتا ہے کہ اصل پناہ دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالی کی ہے۔اور اس طرح وہ شرک جیسے کبیرہ گناہ سے بچا رہتا ہے۔ اس پر کار بند رہنے کیلئے ہمیں یہ دعا سکھلائی گئی ہے جو فرض نماز کے بعد پڑھنا مسنون ہے۔

اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجد(مسلم شريف)

اے اللہ ! کوئی روک نہیں سکتا جو آپ عطا کریں اور کوئی دے نہیں سکتا جس کو آپ روکنا چاہیں اور آپ کے عذاب کے مقابلے میں کسی دولت مند کو اسکی دولت فائدہ نہیں دے سکتی۔

خدارا! توہمات، بدفالی اور بدعات سے بچیئے کیونکہ یہ تمام چیزیں انسان کو گمراہی کے راستے پر گامزن کرتی ہیں اور گمراہی کا انجام جہنم ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ترجمہ! حمد وثنا کے بعد (لوگو یاد رکھو!) بہترین کتاب تمہارے لئے اللہ تعالی کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور سب سے بہترین طریقہ تمہارے لئے وہ ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں نئے نکالے جائیں گے، ایسے سب نئے کام بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔(مسلم ونسائی)

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت طیبہ سے پہلے اپنی امت کو وصیت فرمائی۔ترجمہ! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک اُن پر عمل کرو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے اور دوسری چیز میری سنت ہے۔(موطا امام مالک)

پس کتاب وسنت کو ہر وقت سامنے رکھ کی زندگی گزارنی چاہیئے، کیونکہ یہی رضائے حق تعالی شانہ ہے اور صراط مستقیم یعنی طریق جنت ہے،اس پر کار بند رہنا چاہئے اللہ تعالی ہمیں اسلامی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین یا رب العالمین۔

❊❊❊

شہرت کا فریب اور تنہائی کا انجام

محمد سلیمان
استاد جامعہ دار التقویٰ، لاہور

ہم ایک ایسے عہد میں زندہ ہیں جہاں انسان کا ہونا اُس کے "دکھائی دینے" سے مشروط ہو چکا ہے۔ گویا اگر آپ کی تصویر، ویڈیو یا پوسٹ اسکرین پر نہ ہو تو آپ کا وجود ہی مشکوک ہے۔ جس معاشرے میں انسان کی پہچان اس کے اخلاق، کردار اور افکار سے نہیں بلکہ اس کے فالوورز، لائکس، اور ویوز سے ہو وہاں زندگی ایک تماشہ، اور موت ایک بھول بن کر رہ جاتی ہے۔ انسان کا وجود اس کی "ظاہر پرستی" کے گرد گھومنے لگا ہے۔ زندگی کا اصل مقصد، اصل احساس، اور اصل رشتہ داری محض تصویر کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ آج فیس بک کی "شیئرنگ"، ٹک ٹاک کی "ویڈیوز"، انسٹاگرام کے "فلٹرز"، اور یوٹیوب کے "ویوز" وہ پیمانے ہیں جن پر انسان کی حیثیت ماپی جا رہی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان ڈیجیٹل روشنیوں میں انسان کی روح اندھیرے میں ڈوبتی جا رہی ہے۔

سوشل میڈیا نے ہمیں جو کچھ دیا، اس سے کہیں زیادہ کچھ چھین بھی لیا۔ ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے کچھ ایسی زندہ مثالیں دیکھی ہیں جنہوں نے اس چکا چوند میں خود کو کھو دیا، یہاں تک کہ موت بھی ان کی تنہائی میں گم ہو گئی۔

سترہ سالہ ٹک ٹاکر ثناء یوسف، جس کا چہرہ ہزاروں ویڈیوز میں جگمگاتا تھا، اچانک ایک دل خراش خبر بن گیا۔ اسلام آباد کی روشنیوں میں اپنے چہرے کو روشن رکھنے والی یہ لڑکی بالآخر خاموش ہو گئی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق وہ قتل ہوئی، اور صرف 20 گھنٹے بعد قاتل پکڑا گیا، مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سا راستہ تھا

جس نے اسے اس انجام تک پہنچایا؟ شہرت کی چاہ، سوشل میڈیا پر نام بنانے کی دوڑ، کیا یہی وہ عوامل نہیں جنہوں نے ایک معصوم جان کو قبر کی نذر کر دیا؟

اس اندوہناک واقعے میں ایک نوجوان لڑکی کو جس نے صرف نظر آنے کی آرزو کی تھی زندگی سے محروم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ صرف ایک قتل نہیں، بلکہ اس پورے نظام پر سوال ہے جو شہرت کے لیے اخلاق، تعلق، اور حتیٰ کہ جان تک کو قربان کر دینے کی ترغیب دیتا ہے۔

کراچی کی ایک گلی میں گھر کا دروازہ کئی دنوں تک بند رہا پڑوسیوں نے بدبو محسوس کی، پولیس آئی، اور دروازہ کھولا گیا تو اندر 77 سالہ سابقہ مشہور اداکارہ عائشہ خان کی لاش ملی اندازاً وہ ایک ہفتہ قبل انتقال کر چکی تھیں، اور کسی کو خبر نہ ہوئی نہ رشتے دار آئے، یہاں تک کہ بیٹوں نے بھی والدہ کے مردہ وجود کو احترام دینے سے انکار کر دیا، نہ پرستار، نہ کوئی چیخ، نہ کوئی آہ۔

عائشہ خان یہ وہ ماضی کی معروف اداکارہ تھی جو کیمرے کے فریم میں آنکھ جھپکنے سے پہلے پہچانی جاتی تھیں، اُن کی لاش ایک ہفتے بعد ان کے گھر سے بدبو کی صورت میں دریافت ہوئی۔ سانحہ ہمارے معاشرتی احساس پر سوالیہ نشان ہے کیا شہرت کے ختم ہوتے ہی انسان اتنا غیر اہم ہو جاتا ہے کہ اس کی زندگی اور موت کی خبر تک نہ ہو؟ عائشہ خان کا یہ انجام ہم سب کے لیے سوال ہے: جو عورت کبھی اسکرین پر جگمگاتی تھی، وہ موت کے بعد اتنی تنہا کیسے ہوگئی؟ کیا شہرت کے بعد انسان واقعی رشتوں سے اس قدر کٹ جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کوئی پوچھنے والا نہ ہو؟ وہ خاتون جسے کبھی لاکھوں لوگ دیکھتے، داد دیتے، واہ واہ کرتے، وہ تنہائی کی اندھیری کوٹھڑی میں آخری سانس لیتی ہے اور معاشرہ بے خبر رہتا ہے۔ یہ صرف موت نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی روحانی موت ہے۔

حمیرہ اصغر ایک اور چہرہ، جو ٹی وی اسکرین پر چمکتا رہا، زندگی کی بدصورتی میں گم ہو گیا۔ ان کی میت کو ان کے باپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ ایک بیٹی، جس نے اپنی زندگی میں محبتیں، ہنسی، شہرت کمائی، اسے مرنے کے بعد عزت کا وہ حصہ بھی نصیب نہ ہوسکا جو ایک عام انسان کو ملتا ہے۔

یہ سب کہانیاں محض حادثات نہیں، بلکہ ہمارے معاشرے کے اندر ایک پُراسرار سناٹا ہے جو چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا ہے۔ ہم نے شہرت کو مقصدِ حیات بنالیا ہے، اور اس کی قیمت اپنے اصل رشتوں سے جدائی، اور بالآخر موت کی تنہائی کی صورت میں چکائی جا رہی ہے۔ یہ حقیقتیں ہماری نظروں کے سامنے ہیں، لیکن ہم

انہیں صرف خبروں کے طور پر پڑھ کر بھول جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ تنہائیاں، یہ اداسی، یہ لاوارث جنازے، ہماری آنے والی نسلوں کے دروازے پر بھی دستک دے رہے ہیں۔

یہ تین سانحات ہم سے سوال کرتے ہیں:

کیا شہرت، ویوز اور فالورز انسان کی اصل قدر ہیں؟

کیا ہم اپنے والدین، بچوں، اور رشتہ داروں سے صرف اس لیے دور ہو گئے ہیں کہ وہ ''ٹرینڈنگ'' میں نہیں؟

کیا ہم ایسے معاشرے کی تعمیر کر رہے ہیں جہاں ایک ماں اپنی بیٹی کی میت لینے سے انکار کرے؟

ہمیں واپس لوٹنا ہوگا تعلق کی طرف، دل کی طرف، اپنے رب کی طرف، اپنی فطرت کی طرف۔

ہمیں اپنی نسل کو یہ سکھانا ہوگا کہ سوشل میڈیا کی چمک حقیقت نہیں، بلکہ فریب ہے۔ محبت حقیقی رشتوں میں ہے، نہ کہ اسکرین پر آنے والی تصویریں اور لائکس میں ورنہ قبر کا اندھیرا وہی ہوگا، چاہے لاکھوں فالوورز ہوں یا صرف خاموشی۔

ہمیں ان تینوں واقعات سے سبق لینا چاہیے جو لوگ شہرت کی دوڑ میں اپنی شناخت کھو دیتے ہیں، وہ اپنے اصل وجود، اپنے خالق، اور اپنے رشتوں سے بھی کٹ جاتے ہیں ایسے افراد کے لیے سوشل میڈیا ایک نشہ بن جاتا ہے اور جب یہ نشہ چھن جاتا ہے، تو ان کی زندگی میں خالی پن، خوف، اور آخر کار تنہا موت رہ جاتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم سوشل میڈیا کو ذریعہ بنائیں، مقصد نہ بنائیں اپنی اولاد، والدین اور قریبی رشتوں کو وقت دیں اپنی نمازوں، دعاؤں، اور اللہ کی یاد میں زندگی کو سنواریں۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری موت بھی ایسی ہو جسے کوئی جاننے والا نہ ہو، اور کوئی میت لینے والا نہ ہو۔

***

احساس......زندہ کیجیے

بنت قاسم گرین سٹی شاخ

دوسروں کا خیال رکھنا، ان کی ضرورتوں کو محسوس کرنا اور ان کی مدد کرنا یہی وہ جذبہ ہے جسے احساس کہا جاتا ہے۔ یہ ایک عظیم نعمت ہے، مگر افسوس کہ آج امتِ مسلمہ اس نعمتِ بے بہا سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے دلوں میں خودغرضی، بےحسی اور "انا" کا ایسا زہر سرایت کر چکا ہے کہ دوسروں کی تکلیف ہمیں چھو تک نہیں پاتی۔ غربت تو ہے ہی، مگر سفید پوش طبقہ اپنی خودداری کی وجہ سے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا، بلکہ اپنی عزتِ نفس کو سنبھالتے ہوئے محنت و مشقت کے ذریعے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے۔

ایسے میں ہمارا فرض ہے کہ اپنے اردگرد نظر ڈالیں کیا کوئی بھوکا تو نہیں سو رہا؟ کیا کسی کے پاس تن ڈھانپنے کو لباس یا سر چھپانے کو چھت بھی ہے؟ اکثر فٹ پاتھوں پر بے یار و مددگار لوگ سخت گرمیوں یا خون جما دینے والی سردیوں میں پڑے نظر آتے ہیں۔ بعض تو بے راہ روی اور نشے کے عادی ہوتے ہیں، مگر ان میں کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جو واقعی ضرورت مند ہوتے ہیں۔ ہمیں ان پر محض ظاہری حالت کو دیکھ کر حکم نہیں لگانا چاہیے۔ اگر ہم کچھ بڑا نہیں کر سکتے تو کم از کم موسم کے مطابق ان کے لیے کپڑوں کا بندوبست تو کر سکتے ہیں۔ نئے کپڑے نہ سہی، پرانے مگر صاف ستھرے کپڑے ہی دے دیں شاید یہی عمل ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

روزمرہ زندگی میں ہم گلی محلوں میں ٹھیلہ فروشوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کا واحد ذریعہ معاش وہ چھوٹا سا ٹھیلہ ہے، جس پر وہ کھلونوں، کھانے پینے کی اشیاء یا روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بیچتے ہیں۔ ایک باپ جو

صبح امیدوں کے سائے تلے گھر سے نکلتا ہے کہ آج کی کمائی سے بچوں کے لیے کچھ لے جائے گا، وہ سخت گرمی میں، تپتی دھوپ میں، اپنا پسینہ بہاتا ہے۔ اگر ہم ان کے قریب کھڑے ہو جائیں تو ہماری سانسیں رکنے لگتی ہیں، ہمیں چکر آ جاتے ہیں، مگر یہ لوگ پورا دن اسی دھوپ میں گزار کر"شکر ہے مالک کا" کہہ کر لوٹتے ہیں۔ یہی لوگ دراصل ہمارے معاشرے کا اصل سرمایہ ہیں۔

اس کے برعکس معاشرے کا وہ طبقہ جو اے سی کے اندر بیٹھ کر لاکھوں کا کاروبار کرتا ہے، وہ اکثر شکایت کرتا ہے کہ"بس گزارا ہے"۔ اور جب ہم نچلے طبقے سے خریداری کرتے ہیں تو معمولی قیمت پر جھگڑا کرتے ہیں، بحث مباحثہ کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات بات ہاتھا پائی تک جا پہنچتی ہے۔ حالانکہ جب ہم کسی بڑی دکان یا برانڈ سے خریداری کرتے ہیں، تو فکسڈ پرائز کے نام پر خاموشی سے رقم ادا کر دیتے ہیں۔ یہ دوہرا معیار کیوں؟ کیا محض اس لیے کہ غریب کچھ کہہ نہیں سکتا؟ یاد رکھیے، اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:"مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔"

یہ احکام صرف تعمیراتی مزدوروں کے لیے نہیں، بلکہ ہر اس شخص کے لیے ہیں جو معاشی مجبوری کے تحت مشقت کرتا ہے، لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور صبر و تحمل سے اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی عزت نفس کو مجروح نہ کریں، ان کے حق کو پورے خلوص سے ادا کریں۔

یہی احساس تب پیدا ہوگا جب ہم خود کو دوسروں کی جگہ رکھ کر سوچیں گے۔ ذرا تصور کیجیے کہ اگر ہمیں بھی انہی حالات سے گزرنا پڑے بھوک، تنگی، بے بسی، بے گھری تو کیا ہم سہہ پائیں گے؟ یہی تو اصل احساس ہے: دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا۔

یہ احساس ہماری گھریلو زندگی میں بھی درکار ہے۔ ہمارے گھروں میں کام کرنے والے ملازمین، جو صبح سے شام تک ہمارے آرام کے لیے کام کرتے ہیں، ان کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان کی معمولی غلطی پر ہم ان کی عزت نفس کو مجروح کرتے ہیں، انہیں ایسے مخاطب کرتے ہیں گویا وہ انسان نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب تمہارا خادم تمہارے لیے کھانا لائے، جس نے اس کھانے کو تیار کرنے میں گرمی اور دھوئیں کی مشقت اٹھائی ہو، تو تم اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرو۔ اگر شریک نہ کر سکو تو کم از کم ایک لقمہ ہی اسے دے دو۔''

بحیثیت انسان ہمارے اوران کے درمیان کوئی فرق نہیں نہ اعضا میں، نہ ضرورتوں میں، نہ احساسات میں اگر فرق ہے تو وہ محض مال ومرتبے کا ہے، مگر آخری منزل سب کی ایک جیسی ہے۔ ایک مٹی کی قبر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"الخلق عيال الله، فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله"

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

یہاں ''مخلوق'' میں مسلمان، غیر مسلم، انسان، حیوان، سب شامل ہیں۔ ایک فاحشہ عورت کو محض پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بخش دیا گیا، اور ایک مسلمان عورت کو بلی کو اذیت دینے پر عذاب ہوا۔ جب جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر یہ انعام ہے تو انسان کے ساتھ حسنِ سلوک پر کیا مقام ہوگا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

یہ حدیث ہمیں جھنجھوڑتی ہے کہ اگر ہم دوسروں کے لیے نرم دل نہ ہوں، رحم نہ کریں، تو ہم خود بھی اس رحمتِ الٰہی سے محروم ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا، ہمیں آج ہی اپنا محاسبہ کرنا ہوگا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ آیا احساس کرنے کی صلاحیت ہم میں باقی ہے یا ہم بے حس ہو چکے ہیں؟ کیا ہم ان بدبختوں میں تو شامل نہیں ہو گئے جن کے دلوں سے رحم نکال لیا گیا ہے؟

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک بار پھر امن، محبت اور بھائی چارے کا گہوارہ بنے تو ہمیں احساس کو زندہ کرنا ہوگا۔ اپنے دلوں میں رحم، دوسروں کے لیے درد، اور سچائی کو جگہ دینی ہوگی۔ اگر یہ احساس آج ہم میں پیدا ہو گیا، تو نہ صرف ہماری دنیا بہتر ہوگی بلکہ آخرت بھی سنور جائے گی۔

اور اگر یہ احساس ہم میں پیدا نہیں ہو رہا، تو دیر مت کیجیے، اللہ سے مانگ لیجیے، کیونکہ وہ رب ہے، بندے کے دل کی پکار خوب سنتا ہے۔

***

معروف حدیث قدسی

»ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے۔۔۔« الخ

کا تحقیقی جائزہ

دوسری قسط

مولانا جواد الٰہی صاحب

(اس مضمون کی پہلی قسط کا خلاصہ یہ ہے مذکورہ روایت امام حکیم ترمذیؒ کی کتاب نوادر الاصول (1/512) میں سند کے ساتھ مروی ہے یہ روایت بعض ضعیف راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن قابلِ بیان ہے اور اس روایت کو ائمہ محدثین ومفسرین نے حدیثِ قدسی کہہ کر نقل کیا ہے۔ جبکہ اس قسط میں جو بقیہ امور زیرِ بحث لائے جائیں گے وہ یہ ہیں: (۱) حدیثِ قدسی۔ مرفوع حکمی (۲) مرفوع حکمی کی شرائط (۳) امام حسن بصریؒ اور اسرائیلی روایات (۴) مرفوع حکمی اور اسرائیلی روایات میں فرق (۵) مراسیل امام حسن بصریؒ (۶) اسرائیلیات اور حدیث قدسی (۷) پوری بحث کا خلاصہ۔)

حدیث قدسی۔۔۔ مرفوع حکمی

بعض حضرات نے مذکورہ روایت کو اس لئے بے سند و بے اصل (موضوع) قرار دیا ہے کہ اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل نہیں یہ امام حسن بصریؒ کا قول ہے، لیکن اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ مذکورہ روایت حکماً مرفوع ہے۔ اسے بیان کرنے والے اگرچہ امام حسن بصریؒ ہیں لیکن یہ اپنے مضمون کی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے جس طرح صحابہ کرام کی غیر مدرک بالقیاس روایات مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں اس طرح تابعین عظام کی غیر مدرک بالقیاس روایات بھی حکماً مرفوع ہیں۔ چنانچہ قاضی ابن العربیؒ فرماتے ہیں تابعی کی غیر مدرک بالقیاس روایت مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتی ہے۔ فتح المغیث للسخاوی

(231/1) میں ہے :

»وألحق ابن العربي بالصحابة في ذلك ما يجيء عن التابعين مما لا مجال للاجتهاد فيه فنص على أنه يكون في حكم الرفع وادعى أنه مذهب مالك،ولهذا أدخل مالك-أي في الموطأ-عن سعيد بن المسيب(صلاة الملائكة خلف المصلي) « -

اور خاص کر جب کسی روایت کا تعلق تفسیر یا شرح حدیث کے ساتھ ہو اور وہ معناً غیر مدرک بالقیاس ہو تو ایسی صورت میں قوی امکان رہتا ہے کہ قول التابعی مرفوع مرسل کے حکم میں ہو کیونکہ تابعین کی تفسیر کا یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ انہیں عموماً تفسیری روایات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے واسطہ سے پہنچی ہیں اور صحابہ کرام نے یہ فیض براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اعلاء السنن (187/15) میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

»قوله عن وكيع الخ دلالته على معنى الباب ظاهرة و قد مرفي المقدمة أن قول التابعي فيما لايدرك بالقياس مرفوع مرسل حكما و لايخفي أن تفسير الكتاب لايجوز بالرأي فأقوال التابعين محمولة على السماع ، لاسيما إذا وردت فيما لايدرك بالرأي اصلا ، قال ابن القيم في الاعلام : ومن تأمل في كتب الأئمة و من بعدهم وجدها مشحونة بالاحتجاج بتفسيرالتابعي « .

تفسیر الماتریدی (263/1) میں ہے:

»وقد ذهب أكثر المفسرين: إلى أنه يؤخذ بقول التابعي في التفسير؛ لأن التابعين تلقوا غالب تفسيراتهم عن الصحابة، فمجاهد مثلا يقول: عرضت المصحف على ابن عَبَّاسٍ ثلاث عرضات من فاتحته إلى خاتمته، أوقفه عند كل آية منه وأسأله عنها. وقتادة يقول: ما في القرآن آية إلا وقد سمعت فيها شيئًا.ولذا حكى أكثر المفسرين أقوال التابعين في كتبهم ونقلوها عنهم مع اعتمادهم لها.والذي تميل إليه النفس: هو أن قول التابعي في التفسير لا يجب الأخذ به إلا إذا كان مما لا مجال للرأي فيه، فإنه يؤخذ به حينئذ عند عدم الريبة، فإن ارتبنا فيه؛ بأن كان يأخذ من أهل الكتاب، فلنا أن نترك قوله ولا نعتمد عليه، أما إذا أجمع التابعون على رأي فإنه يجب علينا أن نأخذ به ولا نتعداه إلى غيره«۔

ہماری زیرِ بحث روایت بھی تفاسیر اور کتب شرح الحدیث میں مذکور ہے مفسرین نے اسے تفاسیر میں

بیان کیا ہے اور محدثین اسے احادیث کی تشریح میں نقل کرتے ہیں اور اس کا مضمون بھی غیر مدرک بالقیاس ہے اس لئے یہ حکما مرفوع ہے۔

□ نیز ذخیرہ کتبِ احادیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں جن میں تابعین کی غیر مدرک بالقیاس روایات مرفوع روایت کے حکم میں قرار دی گئی ہیں۔بطورِ نمونہ اس متعلق دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شعب الایمان (رقم الحدیث 3641) میں امام بیہقیؒ نے کبار التابعین ”ابوقلابۃ بصریؒ (104ھ)“ کا ایک قول نقل کیا ہے :

»أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ، وأبو محمد بن أبي حامد المقرئ ، قالا : حدثنا أبو العباس هو الأصم ، حدثنا إبراهيم بن سليمان البرلسي ، حدثنا عبد الله بن يوسف ، حدثنا عامر بن شبل ، قال : سمعت أبا قلابة يقول : » في الجنة قصر لصوام رجب «

یہ قول نقل کرنے کی بعد امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اس قول کا مضمون ایسا ہے کہ یہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے پہنچا ہوگا چنانچہ منقول ہے:

» قال أحمد : » وإن كان موقوفا على أبي قلابة وهو من التابعين ، فمثله لا يقول ذلك إلا عن بلاغ عمن فوقه ممن يأتيه الوحي ، وبالله التوفيق «۔

(۲) اس طرح موطا امام مالک میں ایک حدیث (رقم الحدیث 552) کے تحت صغار تابعین میں سے یحیی بن سعید الانصاریؒ کا ایک اثر موجود ہے:

»إن المصلي ليصلي الصلاة ومافاته وقتها و لما فاته من وقتها اعظم و افضل من أهله و ماله « -

اس کے متعلق امام ابن عبد البرؒ التمہید (1/279) میں فرماتے ہیں:

» هذاله حكم المرفوع اذ يستحيل أن يكون مثله رأيا « -

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے اوجز المسالک (1/310) میں بھی اسے حکما مرفوع قرار دیا گیا ہے:

»موقوف لفظا و مرفوع حكما «

اس قسم کی مثالیں امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب »طلوع الثريا باظهار ماكان خفيا «(ص29) میں نقل کی ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں :

»یوید ماذکرنا أن هذه الامور اذا صدرت من التابعین تحمل علی الرفع إلي رسول الله صلی الله علیه و سلم . «

(۳) تدریب الراوی شرح تقریب النووی (ص104) میں معضل کی بحث کے تحت امام سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام شعبیؒ کے قول » یقال للرجل یوم القیامة عملت کذا و کذا فیقول : ماعملته.فیختم علی فیه **« کو امام بدر الدین ابن جماعہ کنانیؒ نے اس لئے مرسل کے حکم میں قرار دیا ہے کہ یہ غیر مدرک بالقیاس ہے ۔چنانچہ مذکور ہے:**

»(إذا روی تابع التابعي عن تابعي حدیثا وقفه علیه و هو عند ذلك التابعي مرفوع متصل فهو معضل) نقله ابن الصلاح عن الحاکم و مثله بماروي عن الاعمش عن الشعبي قال : یقال للرجل یوم القیامة عملت کذا و کذا فیقول : ماعملته . فیختم علی فیه ، الحدیث ، أعضله الاعمش و وصله فضیل بن عمرو عن الشعبي عن أنس قال : کنا عند النبي صلی الله علیه و سلم ، فذکر الحدیث....... قال ابن جماعة : و فیه نظر ، أي : لأن مثل ذلك لایقال من قبیل الرأي ، فحکمه حکم المرسل ، و ذلك ظاهر لاشك فیه. «

مرفوع حکمی کی شرائط

تاہم جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غیر مدرک بالقیاس روایات کے حکما مرفوع ہونے کی شرط یہ ہے کہ اسے بیان کرنے والا صحابی اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف نہ ہو اور اس روایت کا تعلق کسی لفظ کی وضاحت یا تشریح سے نہ ہو اس طرح یہ شرائط تابعین میں بھی ملحوظ رکھی جائیں گی ۔چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکما مرفوع روایت کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نزہۃ النظر (ص103) میں فرماتے ہیں :

» مثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ان یقول الصحابي _الذي لم یاخذ عن الإسرائیلیات _ ما لا مجال للاجتهاد فیه و لا له تعلق ببیان لغة أو شرح غریب کالإخبار عن الأمور الماضیة من بدء الخلق و اخبار الأنبیاء أو الآتیة کالملاحم و الفتن و احوال یوم القیامة..«

تابعی کی صورت میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ مقطوع روایت کو بیان کرنے والا (ا) اسرائیلیات

بیان نہ کرتا ہو اور اگر تفسیری روایت ہے تو اسے نقل کرنے والا امام اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف نہ ہو(۲) وہ روایت غیر مدرک بالقیاس ہو۔ امام ابو منصور ماتریدیؒ (متوفی 333ھ) تاویلات اہل سنۃ المعروف بتفسیر الماتریدی(1/261) میں فرماتے ہیں :

» المصدر الرابع: قول التابعي:----- والخلاصة في هذا الخلاف: أنه إن ثبت عن التابعين فيه -أي التفسير- شيء: فإن أجمعوا عليه أخذوا به؛ لأجل الإجماع: انطلاقًا في ذلك من عين المسلمتين اللتين ذكرناهما بالنسبة لإجماع الصحابة بل كل ذلك بالنسبة لكل إجماع أيضًا. فإن لم يكن إجماع فإنه ينظر: فإن توفر في قول أحدهم شرطان:أحدهما: أن يكون له حكم المرفوع المرسل بأن كان فيما ليس للرأي فيه مجال، ولم يكن قائله كذلك معروفًا بالأخذ عن الإسرائيليات. وثانيهما: أن يكون إمامًا من أئمة التفسير الآخذين لتفسيرهم عن الصحابة : كمجاهد وعكرمة وسعيد بن جبير، أو يتأيد قوله بمرسل آخر مثلهم أو نحو ذلك. «

اور ہماری زیرِ بحث روایت میں بھی مذکورہ شرائط موجود ہیں کہ یہ حدیث قدسی غیر مدرک بالقیاس ہے اور اسے بیان کرنے والے امام حسن بصریؒ تفسیری روایات بیان کرنے میں معروف نہیں ہیں(اس کی تفصیل آگے درج ہے)۔

نوٹ :

یہ بات ملحوظ رہے کہ موجودہ زمانہ کے بعض علماء نے تابعین کا ایسے اقوال کے حکما مرفوع ہونے کی مطلقا نفی کی ہے جن میں صحابی اور رسول اللہ ﷺ کا واسطہ نہ ہو۔اور اس کی وجہ یہ نقل کی ہے چونکہ تابعین کی روایات میں مرفوع (رسول اللہ ﷺ سے منقول) ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ان اقوال کی نسبت تابعی کی طرف کی جائے اسے مرفوع کا درجہ نہ دیا جائے چنانچہ ڈاکٹر عبدالکریم خضیر رقمطراز ہیں :

»کل مایقوله التابعي مما لامجال للإجتهاد فيه يتوقف عن قبوله حتى يبين مصدره ،لأن العلماء اختلفوا في حجية المرسل و هو صريح قول التابعي قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ، فما بالك فيما لم يصرح به التابعي ممن سمعه فالظاهر و الله اعلم أن ماقاله التابعي ممالامجال للإجتهاد فيه لايعطى حكم المرفوع كقول الصحابي ،لأن الصحابي يحتمل أنه سمعه من

النبي صلى الله عليه و سلم ، أما التابعي فلايرد هذا الاحتمال و نسبة العلم إليه أسلم . «

تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ تابعین کے غیر مدرک بالقیاس اقوال کو مطلقا مرفوع ہونے سے خارج کر دینا درست نہیں کیونکہ تابعین کے بیسیوں ایسے اقوال موجود ہیں جنہیں علماء مفسرین اور محدثین نے حکما مرفوع کا درجہ دیا ہے اور اس کی مثالیں پہلے ذکر کی جا چکی ہیں ۔ رہی بات احتمال کی اولا تو یہ محض احتمال ہے ۔ ثانیا: یہ احتمال اس صورت میں راجح ہوتا ہے جبکہ یہ تابعی اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف ہو اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اسرائیلی روایت بیان کر رہے ہوں لیکن اگر وہ اسرائیلی روایت بیان کرنے میں معروف نہیں ہیں اور روایت بھی غیر مدرک بالقیاس ہے تو پھر محض احتمال کی بنا پر اسے مرفوع حکمی سے خارج کر دینا محلِ نظر ہے۔

اس لیے اس بابت راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے ایسے اقوال کی تحقیق کر لی جائے اگر تحقیق و قرائن سے ثابت ہو جائے کہ یہ قول مرفوع کے حکم میں نہیں ہے تو اسے غیر مرفوع شمار کیا جائے اور اگر یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکما مرفوع ہے یا حکما مرفوع کا احتمال راجح ہے تو اس صورت میں اس کا کلیۃ انکار کرنا درست نہیں ۔ واللہ اعلم

امام حسن بصریؒ اور اسرائیلی روایات

مرفوع حکمی کی دوسری شرط یہ تھی کہ روایت بیان کرنے والا اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف نہ ہو ۔ اگر راوی اسرائیلی روایات بیان کرنے میں معروف ہے تو اس روایت کو مرفوع حکمی شمار نہ کیا جائے ۔ زیرِ بحث روایت کو حضرت حسن بصریؒ نے روایت کیا ہے اور امام حسن بصریؒ مفسر ہونے کے باوجود اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف نہیں بلکہ آپؒ نے تفسیر میں بھی تفسیر بالماثور کا اہتمام کیا ہے ۔ موجودہ زمانہ میں امام حسن بصریؒ کی تفسیری روایات پر کام کرنے والوں میں اکثر نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حسن بصریؒ تفسیر میں اسرائیلی روایات بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے اور اسرائیلیات کے راوی نہ تھے ۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الخضیر ی اپنی کتاب تفسیر التابعین (1 /246) میں لکھتے ہیں :

»رابعا : موقفه من الاسرائيليات : مما تميز به تفسير الحسن عن سائر التابعين ، بعده و اعراضه عن كثير من روايات بني اسرائيل مع أنه من الوعاظ و المذكرين إلا أنه لم يرض عن تلك الروايات بل ضرب عنها صفحا : فنجه مثلا في سورة البقرة التي روي فيها مئات

الروایات عن التابعین .لانجد له شیئا بل إن المروي عنه في ذلك یوضح عدم الرضی .«

اور(248/1)میں ہے :

»و مما یلفت النظر عند استعراض ماورد عنه من آثار عن بني اسرائیل مع قلتها إلا أن المتامل فیها یجد اختصارا عجیبا في ایرادها تمیز به الحسن عن غیره من التابعین فهو یورد الشاهد من القصة بعبارة موجزة متکفیا بما یزیل الغموض الظاهر في الآیة . «

نیز جن علماء محققین نے اسرائیلی روایت بیان کرنے والوں کی نشاندہی کی ہے ان میں (ہمارے علم کے مطابق) کسی نے امام حسن بصریؒ کا ذکر اسرائیلیات بیان کرے والوں میں کیا ہو چنانچہ صحابہ کرام میں اسرائیلی روایات بیان کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابودرداء، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرۃ، حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عمر رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نمایاں ہیں۔

تابعین میں اسرائیلیات بیان کرنے والوں میں کعب الاحبارؒ، وہب بن منبہؒ، سعید بن جبیرؒ، محمد بن کعب القرظیؒ، قتادۃ بن دعامہؒ، ابن اسحاقؒ اور امام مجاہد بن جبرؒ معروف ہیں اس طرح تبع تابعین میں ابن جریجؒ اور کلبیؒ کی شہرت ہے۔لیکن امام حسن بصریؒ کا شمار ان میں نہیں ہوتا۔

البتہ راقم الحروف کے ناقص تتبع کے دوران امام حسن بصریؒ سے مروی اسرائیلیات کی جو مثالیں ملی ہیں اس کی سند میں واضح طور پر کوئی ایسا تابعی یا صحابی موجود ہوتا ہے جو اسرائیلی روایات بیان کرنے میں معروف ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولا: تو امام حسن بصریؒ اسرائیلیات کے راوی نہیں ہیں ان سے مروی اسرائیلیات کی تعداد بہت کم ہے اور ثانیا: یہ کہ جو اسرائیلی روایات حسن بصریؒ سے مروی ہیں ان میں عموما کوئی ایسا تابعی یا صحابی موجود ہوتا ہے جو اسرائیلیات بیان کرنے میں معروف ہو۔اس طرح حسن بصریؒ سے مروی اسرائیلی روایات کی پہچان بخوبی کی جاسکتی ہے اور ہماری زیرِ بحث روایت میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اس لئے اسے محض اسرائیلیات میں منحصر کرنا محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔(جاری ہے)

***

رسائل الشیخ سعید احمد خان رحمہ اللہ

حضرت مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے عربی رسائل سلسلہ وار شائع کررہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں عربی عبارت مولانا کی ہے اور ترجمہ ہماری طرف سے ہے۔

إن الله قادر على فعل أي شيء بدون استعانة أي شيء، ولا يستطيع أيشيء أن يفعل شيئا بدون إرادة الله تعالى

إلى الأخوة المكرمين المحترمين وفقنا الله وإياكم لما يحب ويرضى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ينبغي التدرب على الصفات الست، حتى تنشر الدعوة العملية مثل انتشار الدعوة القولية؛ ويعني هذا أن يترسخ في قلوبنا الإيقان أنه لا يمكن حصول أي شيء من قبل جميع الكون بدون مشيئة رب العالمين، وأن كل شيء حاصل من رب العالمين وإن خالفته إرادة جميع الكون، و أن يترسخ في قلوبنا أيضاً حصول جميع الأشياء بأعمال محمد ﷺ من دون الاحتياج إلى أي سبب من أسباب الكون، وأنه لا يمكن أي شيء من الأسباب من دون الأعمال المحمدية وأن يزداد فينا فكر الآخرة يوماً فيوماً. وكذا ينبغي أن تزداد صلاتنا خشوعاً وخضوعاً لله، لكي يقوى فينا كره المنكرات، ويترقى الاستعداد للحكم الإلهي. وأن يتمكن العلم الإلهي وتحمل المشاق من إخراج الجهل من جميع شعب الحياة، وأن يكون كل جزء من أجزاء الحياة تابعاً للعلم الإلهي، وأن تكون تلاوتنا لكلام الله وذكرنا له بصفة المواظبة والانهماك، بحيث تغلب علاقتنا بالله جل شأنه على جميع علائقنا بالمخلوق، وأن نكرم المؤمنين لأنهم أصحاب إيمان، وأن نرفع من مستوى أخلاقنا بأداء حقوق المخلوق،

وأن نزداد رغبة في الحصول على مرضاة الله كل حين وأن نتشعر بأن نفوسنا وأموالنا أمانة الله عندنا، لتزداد رغبتنا يوماً فيوماً في بذل الأموال في مقتضيات الدين على المستوى العالمي.

ومع هذا كله أن نجتنب اجتناباً تاماً عن جميع ما لا يعنينا من أمور الحياة؛ لكي تتولد فينا القدرة على اتباع كل أمور الدين، ولكي تفتح لنا أبواب الرقي في الدنيا والآخرة.

والسلام، سعید أحمد خان (رحمہ اللہ رحمہ واسعہ)

ترجمہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو بغیر کسی مدد کے کرنے پر قادر ہے، اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) کے بغیر واقع نہیں ہوسکتی۔"

محترم بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمیں چاہیے کہ ہم چھ صفات پر محنت کریں، یہاں تک کہ عملی دعوت عام ہو جائے، جیسا کہ دعوتِ قرآنی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمارے دلوں میں یہ یقین راسخ ہونا ضروری ہے کہ کوئی چیز بھی اللہ کی مشیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، اور ہر چیز کا ہونا صرف ربّ العالمین کے حکم سے ہوتا ہے۔ اگر ساری مخلوق بھی کسی چیز کے حصول کے لیے مجتمع ہو جائے، تو بھی وہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ کا ارادہ نہ ہو۔ اسی طرح ہمیں یہ یقین بھی دل میں بٹھانا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال بھی اللہ کی مشیت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی کسی سبب یا ذریعے سے کچھ ہوسکتا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ خود اسے نہ چاہے۔ ہماری عبادات، اذکار اور اعمال بھی اگر صرف رسمی بن جائیں، یا ان میں ریا، دکھاوا یا اپنی تعریف شامل ہو جائے، تو وہ اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوتے۔

ہمیں چاہیے کہ ہمارا یقین صرف اللہ تعالیٰ پر ہو، اور ہم اپنی تمام باتوں اور فیصلوں کو اسی یقین پر استوار کریں۔ علمِ دین کو ہم صرف ایک جزوِ دین نہ سمجھیں بلکہ پورے دین کی بنیاد مانیں، اور قرآن کریم کے ہر لفظ کو نجات کا ذریعہ سمجھیں۔ ہمیں اللہ کے ذکر، دعا، مراقبہ، دل کی حاضری، نیت کی درستگی اور محاسبہ کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے۔ ہم جب بھی بولیں، کسی سے ملیں، تعلق رکھیں، یا کوئی بھی کام کریں، تو اللہ کی رضا کو مدّنظر رکھیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم دنیاوی مال و دولت اور عہدوں کی خواہش کو دل سے نکال دیں، اور ہمارے دل

میں صرف اللہ کی محبت ہو۔ ہم اپنی زندگی اصحابِ صفہ کے انداز پر قائم کریں، ان کے سادگی، فقر، تقویٰ اور للّٰہیت سے سبق لیں۔ ہمارے اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے مطابق ہوں، اور ہمارے دل میں حرام مال کی ذرا سی بھی رغبت نہ ہو۔ اللہ نے ہمیں جو امانتیں دی ہیں، ان میں خیانت نہ کریں، بلکہ ان کو اللہ کی رضا کے لیے استعمال کریں، اور اپنی ضروریات میں بھی اللہ سے ہی رجوع کریں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام غیر ضروری مشاغل اور بے فائدہ کاموں سے خود کو بچائیں، ان چیزوں سے مکمل اجتناب کریں جو ہمیں دین سے غافل کرتی ہیں۔ دنیا کے وہ معاملات جو دین میں مانع بنیں، ان سے بھی دل ہٹالیں، تا کہ ہم دین کے تمام احکام پر عمل کر سکیں۔ جب ہم یہ راستہ اختیار کریں گے تو ان شاء اللہ ہمارے لیے دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے۔

والسلام:

سعید احمد خان (رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ)

***

صدقہ جاریہ کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، لیکن تین چیزوں کا نفع اسے پہنچتا رہتا ہے" (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(مشکوۃ، مسلم)

تشریح: جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے، اور اپنے لیے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے، لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے کے عمل کا نتیجہ ہیں اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

گلدستہ ارشادات ومکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ

جمع وترتیب: مولانا ذوالکفل صاحب

الحمدللہ جامعہ دارالتقوی کی طرف سے کچھ عرصہ پہلے دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کے مقاصد، اصول وآداب اور صحیح نہج کو سمجھنے کیلئے بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحب رح کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ارشادات وملفوظات کا ایک حسین گلدستہ شائع کیا گیا تھا جس میں تبلیغی چھ نمبر کی ترتیب پر بانی دعوت وتبلیغ کے ارشادات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ایمانیات، عبادات، معاشرت اور اخلاق کی تعلیمات کا ایسا جامع نمونہ ہے جو ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان کیلئے مشعل راہ ہے۔ اسی افادیت کے پیش نظر اس کتاب کو قسط وار ماہنامہ دارالتقوی میں شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے قارئین کیلئے یہ بے حد مفید ہوگا۔

ایمان واحتساب

اس ضمن میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے حضرت جی کے خطوط کے کچھ اقتباسات نقل فرمائے ہیں؛

1۔ باطن مذہب، ایمان واحتساب سے ہے، بہت سے اعمال میں مصرح ذکر کیا جاتا ہے" ایماناً و احتساباً"لہذا ہر عمل کے بارے میں جو خطابات وارد ہوئے ہیں ان میں دھیان کرنا اور اسکے ذریعے حق تعالی کی عظمت، اسکی بڑائی اور اسکے قرب اور یقین کو بڑھانا اور ان اعمال پر جو دینی و دنیوی مصالح اور انعامات وعطیات کا وعدہ فرمایا گیا ہے ان کو بطور عطا کے، نہ کہ بطور معاوضہ کے یقین کرنا یہ باطن ہے۔

2۔ اعمال اپنی ذات سے کوئی قیمت نہیں رکھتے، انکے اندر جو قیمت آتی ہے وہ اللہ کے حکم کے امتثال

کے ذریعے اس ذات عالی کی وابستگی سے آتی ہے،توجس قدر وجوہ وابستگی پر قابو ہوگا اور وہ ملکہ قوی ہوگا اور جتنا بھی عمل زیادہ طمانیت اور دل سے اور وقت سے ہوگا ان اعمال کی اصلی قدر و قیمت اسی قدر ہوگی۔

3۔جناب عالی نے جذبہ اور ولولہ نہ ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے، مجھے اس پر بڑا ہی رشک ہے۔مؤمن کے لیے اللہ کے امتثال امر کی اصلیت یہ ہے کہ حکم کے یقین اور اسکی عظمت سے اتنا دبا ہوا ہو کہ وہ ولولے کو دبا دے۔ولولہ طبیعت سے پیدا ہوتا ہے۔ولولہ اگر ہوتو یہ حب طبعی ہوئی اور جب تعمیل حکم کی عظمت سے اور فرضیت کے احساس سے ہوتو یہ حب عقلی اور حب ایمانی ہے۔

4۔بسا اوقات تھوڑے سے کیے ہوئے کو دیکھ کر ان پر خوش ہو جانا باقیوں کی کوتاہیوں کو محسوس ہونے سے حجاب ہو جاتا ہے اور اپنے اس مغالطہ سے بچنے کی بہت زیادہ فکر رکھیں۔کرنے والوں کو دیکھ کر انکی خوشی کا صرف اتنا ہی اثر لیں کہ فطرتاً اپنی غلطی سے اثرات مرتب ہونے کو جو ہم اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ نہ ہونی چاہیے۔اصل کامیابی کوشش میں لگ جانا ہے نہ کہ ثمرات کا مرتب ہونا، چنانچہ دینی امور کا اصل ثمرہ اجر و ثواب ہے، وہ محض کام میں مشغول ہونے سے تعلق رکھتا ہے، دنیاوی اثرات سے اس کو کیا علاقہ، بہر حال اگر اثرات مرتب ہو رہے ہیں تو ان سے صرف اتنا ہی اثر لیں کہ ہم غلطی سے جن اثرات کو دنیا میں ڈھونڈتے ہیں وہ بھی ہو رہے ہیں، اثرات مرتب نہ ہونے پر بھی کوشش چاہیے تھی۔اثرات مرتب ہونے پر بھی کوشش میں کمی کرنا بڑی غلطی ہے، بس اتنا محسوس کر کے اپنی اصل توجہ کو صرف کوتاہی اور نقصان کے محسوس کرنے میں متوجہ رکھیں۔

❋❋❋

خوشخبری

جامعہ دارالتقویٰ کے زیرِ انتظام تقویٰ سکول سسٹم کے طلبہ نے جماعت دہم (پنجاب بورڈ) کے امتحان میں الحمدللہ اطمینان بخش نتائج حاصل کیے۔سکول کے ہونہار طالب علم **حافظ محمد سلیمان بن خرم** نے 1093 نمبر اور **سعد بن وسیم** نے 1011 نمبر حاصل کر کے سکول کی سطح پر نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنت اور مجاہدے

بیان حضرت مولانا ابراہیم دیولہ صاحب

دوسری قسط

وقت کی حفاظت:

اللہ کے راستہ میں یہ مبارک وقت بڑا قیمتی ہے۔ اپنے وقت کو قیمتی بنانے کی فکر کریں! جو پابند ہو کر وقت گزارے گا اسکا وقت قیمتی ہو جائے گا، اسے کام کی سوجھ سمجھ ملے گی اللہ کا ڈر ملے گا پھر وہ اللہ کے ڈر کے ساتھ زندگی گزارے گا، یہ بہت بڑی بات ہے صحابہ کو اللہ کا ڈر ملا اسلئے سب پابند ہو گئے۔ بیمار بھی پابند، امیر بھی پابند غریب بھی پابند کیوں کہ اندر ڈر آیا، یہ ڈر آدمی کو حق کی طرف چلاتا ہے.... ناحق سے بچاتا ہے، اور آخرت کا ڈر اس کام سے ملتا ہے، آدمی اس کام کے کرنے کے لئے، حق ادا کرنے کے لئے، کوئی گناہ کی بات ہے تو چھوڑنے کے لئے اسکے اندر طاقت پیدا ہو جاتی ہے،

کام کی سمجھ اللہ سے مانگیں:

اس کام کو سمجھ سمجھ کر کریں، موت تک اسکو کرنا ہے، جو سمجھ کر کریگا وہ نہیں چھوڑ سکتا، صحابہ کے بارے میں ہے کہ کوئی بھی صحابی ایمان لانے کے بعد پھر اپنے ایمان سے پھرا نہیں ہے، دوسرے لوگ پوچھتے تھے کہ جو ایمان لاتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر پھر وہ پھر جاتے ہیں؟ فرماتے کہ نہیں! کوئی نہیں ہٹتا کہ حق کی یہی نشانی ہے، جسکے دل میں حق جم گیا پھر چھوڑے گا نہیں.. چھوڑ کے واپس کوئی نہیں آتا، کہ

بڑھتے ہیں یا گھٹتے رہتے ہیں؟ کہا کہ بڑھتے رہتے ہیں۔زیادہ ہوتے رہتے ہیں؟ ایمان کی یہی شان ہے، کہ اللہ کی طرف بڑھاتا ہے....لوگوں سے ہماری یہ درخواست ہیکہ اسے سمجھ سمجھ کر کریں، اور اللہ سے اسکی سمجھ مانگیں،، حدیث میں ہے کہ کہ جسکے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کریگا اسے دین کی سمجھ دیگا، ورنہ دنیا کی سمجھ ملتی ہے،تو آدمی لالچی ہوجاتا ہے، ہوس میں مبتلا ہوجاتا ہے،اور دین کی سمجھ ملتی ہے تو اللہ کا حق ادا کرنے والا ،اللہ کی مخلوق کا حق ادا کرنے والا، اپنے آپ کو سنبھالنے والا بن جاتا ہے۔اسلئے اللہ تعالی سے دین کی سمجھ مانگنی ہے۔

محنت سے زندگی کا رخ صحیح ہوگا:

اللہ تعالی نے ہم کو ایک محنت دی ہے میرے دوستو! اس محنت کا مقصد ہے کہ زندگیاں حق کی طرف مائل ہوجاویں، ہم اپنے کو موت تک قائم رہنے کے لئے کریں، اسکے تو دو رخ ہیں ایک محنت کا رخ، جو میں نے آپکو سمجھایا ہے، اور دوسرا رخ اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے، یہ بھی اسکا حصہ ہے، پیغمبروں کو اللہ نے دعوت کا بھی کام دیا۔۔اور دعا کا بھی کام دیا،نبیوں کی زندگی میں دعوت دعا دونوں ہوتے تھے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں لمبی دعا مغرب تک مانگی ہے۔

اللہ کی جانب سے پرامید رہیں:

محنت پر بھروسہ نہیں کرنا ہے۔محنت تو امید کے لئے ہے ہم نے محنت کی ہے اب اللہ نوازنے والا ہے، جیسے زمین دار زمین پر محنت کرلیتا ہے پھر اللہ سے امید لگالیتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے دیگا، ایسے اللہ تعالیٰ سے امیدیں کرنی ہیں، اور محنت اچھی بنانی ہے، اللہ سے اچھا گمان رکھنا ہے، کیوں کہ بعض مرتبہ آدمی پر حالات آجاتے ہیں، بیماری آجاتی ہے یا کوئی اور دوسری تکلیف آگئی۔وہ سوچتا ہے کہ میرا تو تعلق دعوت سے ہے میرے ساتھ یہ حالات کیوں آئے؟ ایسا نہیں ہے! حالات تو نبیوں پر بھی آئے۔ہیں، کیوں کہ ان حالات سے اللہ تعالی انکو ترقی دیتے ہیں تنگیاں آئیں تکلیفیں آئیں دشواریاں آئیں تو جس طرح کام کے ذریعہ سے اللہ ترقی دیں گے، اسی طرح حالات کے ذریعہ بھی اللہ ترقی دیں گے۔

صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے:

ناگوار حالات آئیں تو صبر کرلو! اسکا نتیجہ اچھا آویگا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض حالتیں ایسی ہیں کہ

تمہیں پسند نہیں ہیں مگر حقیقت میں وہ تمہارے لئے اچھی ہیں، بعض حالتیں ایسی ہیں جو تمہیں اچھی لگتی ہیں مگر حقیقت میں وہ تمہارے لئے اچھی نہیں ہیں، اللہ اسکو روک لیتا ہے، پھر فرمایا اللہ جانتے ہیں تم جانتے نہیں ہو؟ اسلئے بعض مرتبہ ناگوار حالات آتے ہیں تو شیطان آدمی کو نا امید بناتا ہے۔ کہ میں تو اتنے عرصہ سے کام کرتا ہوں! اور میرے حالات ایسے ہیں! نہیں نہیں! تمہارے حالات تمہاری ترقی کے لئے ہیں! اسکے پیچھے تمہاری ترقی چھپی ہے، جیسے مریض پرہیز کرتا ہے، پرہیز کا کھانا کھاتا ہے، تکلیف اٹھاتا ہے، اسکے پیچھے اسکی تندرستی چھپی ہوتی ہے، ایسے ہی اس کام میں ناگوار حالات میں اللہ تعالیٰ خیر کا دروازہ کھولتے ہیں، کوئی نہ گھبرائے! اور نہ ہی شیطان کسی کو نا امید کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھو! حدیث شریف میں ہے کہ میں بندے کے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرے گا، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان کریں اللہ تعالیٰ جو کرتے ہیں حکمت سے کرتے ہیں جو وہ کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں۔

دعا کی فضیلت واہمیت:

حالات میں اللہ تعالی سے دعائیں مانگیں، دعا اس لئے بنائی گئی ہے کہ تمھارے حالات کا مقابلہ تمہاری دعاؤں سے ہوگا تمھاری دعاؤں سے تمھارے حالات پلٹیں گے، حدیث ہے کہ جب دعا اوپر جاتی ہے تو وہ دعائیں بلاؤں کو نیچے نہیں آنے دیتی دعا مانگنے والا تو مر گیا، اسکی زندگی پوری ہوگئی لیکن اسکی دعائیں بلاؤں کو ابتک زمین پر آنے نہیں دیتیں دعا مانگنا عبادت ہے۔ دعا خوب مانگیں، دعا میں جی نہ لگے تو بھی دعا مانگیں تنہائی میں بھی دعا مانگیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اپنے گناہوں سے توبہ کریں...... اس سے دل نرم ہو جاتا ہے، رونے سے دل نرم ہو جاتا ہے، پھر دعا میں بھی دل لگنے لگے گا، اس طرح اپنے آپ کو دعاؤں کا عادی بنائیں! کوئی بات ہو، کوئی مسئلہ آئے، سب سے پہلے اللہ سے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگیں گے، ہمارے پاس موقع ہے دعائیں مانگنے کا۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں... فرض نمازوں کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں تو اس کام کا ایک حصہ دعا کا بھی ہے، اللہ تعالی کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دعائیں مانگنے، توبہ کرنے، واویلا کرنے کی توفیق دیتے ہیں، اگر کوئی انسان اللہ کے سامنے عاجزی کرتا ہے۔ واویلا کرتا ہے روتا ہے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی خیر دینے کا ارادہ کیا ہے۔

فارسی کا ایک شعر ہے جس کا مطلب یہ ہے:

’’کہ جب اللہ خیر دینے کا ارادہ کرے گا تو پھر اسے رونے دھونے عاجزی کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے،‘‘ پھر وہ اللہ کے سامنے تنہائیوں میں روتا ہے۔ اپنے مسئلے رکھتا ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اپنے حالات اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اپنی حاجتیں مانگتا ہے، اپنے اوپر دعاؤں کے دروازے کھلواتا ہے! جسکے لئے دعا کا دروازہ کھلا اسکے لئے قبولیت کا دروازہ کھلا نہیں تو پھر دل سخت ہو جاتے ہیں، تو دعاء نہیں مانگتے اور پھر دعا میں دل نہیں لگتا، اسلئے اللہ کے راستے میں جس طرح دعوت میں محنت کریں اسی طرح دعا میں بھی اپنے آپ کو لگاویں ہمارے بڑوں نے دعاؤں سے بڑے بڑے کام اللہ تعالیٰ سے بنوائے ہیں، ان کے بڑے بڑے کام دعاؤں سے ہو گئے، جو نہیں ہوتے تھے، ناممکن تھے۔

ہر حال میں دعا مانگیں:

دعا کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے نہیں کر سکتا اے اللہ تو اسے اپنی قدرت سے کر دے! اس لئے اللہ کے راستہ میں پھرنے کے زمانے میں بھی واپس آنے کے زمانے میں بھی تکلیف آویں تو بھی۔۔۔ بیماری آوے تو بھی۔۔۔ اور اللہ خوشحال رکھیں تو بھی دعا میں مانگتے رہیں، یہ نہیں کہ خوشحالی میں بھول گئے، جب کوئی پریشانی آئی تو دعا کے لئے نیک بندوں کے پاس بزرگوں کے پاس جاتے ہیں،، یہ بات کمزوری کی ہے، بلکہ ہم تو ہر وقت اللہ کے محتاج ہیں، اسلئے ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں! چھوٹی چیز بھی مانگیں بڑی چیز بھی مانگیں!!! ہمارا مزاج دعا والا بنے تمام نبی دعا والے، تمام اللہ کے نیک بندے دعا والے، انکے کام دعاؤں سے ہوئے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں دعا مانگی، بڑھاپا بھی اتنا تھا کہ گوشت لٹک گیا ہے۔ کھال لٹک گئی ہے۔ ایسا بڑھاپا تھا، اور بیوی بھی... اب داعیہ پیدا ہوا کہ کوئی بیٹا پیدا ہو، جو میرے بعد کام کرے، تو اللہ تو قدرت والے ہیں، ہر کام کو اپنی قدرت سے کرتے ہیں، نبی نے بڑی بڑی دعائیں مانگیں ...صحابہ نے بڑی بڑی دعائیں مانگیں جو ناممکن تھا وہ ممکن ہو گیا۔ اسلئے اپنے آپ کو پر امید کر کے اللہ سے تعلق پیدا کریں، پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھیں! اور پھر اپنی دعا مانگیں... اور دعاؤں میں پہلے گناہوں کی معافی مانگو تا کہ اللہ سے ہمارا معاملہ صاف ہو جاوے صلح

ہو جائے تو بہ کریں! اپنی حاجتیں مانگیں جب بھی کوئی مسئلہ پیش آوے... جماعتوں میں بھی اور بعد میں بھی تو سب سے پہلے اپنے آپ کو دعا میں مشغول کریں، دعا تو مؤمن کا ہتھیار ہے، دعاؤں سے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں، اور آئندہ بھی ہونے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاؤں کا ذخیرہ دیا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دعائیں ہم کو سکھائی ہیں... اور دعاؤں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے، اور حدیث کی کتابوں میں بے شمار دعائیں وارد ہوئیں ہیں۔ اس کام کی دعا ہے، اس کام کی یہ دعا.... اور بیماری کی یہ دعا.... اور بڑی پریشانی کی یہ دعا پہلے دعائیں یاد کریں اور پھر موقع پر دعا نگیں ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سفر میں تھے، بارش ہوگئی تو ہم نے دعا مانگی! اے اللہ بارش سب کے کام کی ہے ہوتی رہے، لیکن میرا کپڑا نہ بھیگے، جب قافلہ منزل پر پہونچا تو انکے سامان اور کپڑے سوکھے ہوئے تھے، باقی لوگ کے بھیگے ہوئے تھے، تو لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہوا کہ تمھارے کپڑے خشک ہیں؟ اور باقی لوگ بھیگے ہوئے ہیں؟ تو لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی تھی۔

یقین والی دعا مانگیں!

یہ دعا یقین والی ہے، ظاہر والی نہیں ہے، لوگ ظاہر والی دعا کرتے ہیں، تو ظاہر والی دعامت کرنا، اللہ کو آزمایا نہیں جاتا۔ پہلے یقین پیدا کرو جب یقین پیدا کرو گے پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ نہیں ہوسکتا؟؟ کہ ہوتو نہیں سکتا، ہوتو نہیں سکتا، لیکن اللہ کرنے والا ہے، اسکی حکمت کا تقاضا ہوگا تو کر دیگا، اور اگر اسکی حکمت کا تقاضا نہیں ہوگا تو نہیں کریگا پھر قبولیت ظاہر نہ ہو تو وہ ناراض بھی نہیں ہوتا ہے۔ اور ناامید بھی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اللہ حکمت سے بھی کرتے ہیں قدرت سے بھی کرتے قدرت سے تو سب کچھ کرنے پر قادر ہے، لیکن حکمت سے بعض مرتبہ نہیں کرتے، کیونکہ اس وقت اللہ کی حکمت کا یہی تقاضہ ہے، میں نے اسکو اسلئے سنایا کہ یہ حضرات اللہ پر بڑا یقین رکھتے تھے، میری حاجت ہے اور اللہ کی قدرت ہے، تو وہ مانگتے اور اللہ تعالی انکی مدد کرتے تھے، نبیوں کی مدد معجزوں سے ہوتی ہے، اولیاء کی مدد کرامتوں سے ہوتی ہے، عام مسلمانوں کی مدد اعانت سے ہوتی ہے، یعنی اللہ انکی مدد کے لئے ان کی دعاؤں ہیں۔ پر کوئی اسباب پیدا کر دیتے ہیں، وہ کام بن گیا۔

نا امید نہیں ہونا چاہئے:

اللہ تعالی سے امیدوار بن کر اپنے گناہوں کی معافی روزانہ مانگنا چاہئے، توبہ کرنا فرض ہے، کیونکہ ہم سب گناہ گار ہیں، حدیث شریف میں ہے: اے میرے بندوں تم سب خطا کار ہو، اسلئے توبہ کریں! اپنے گناہوں کی روز معافی مانگیں! خدانخواستہ موت آجائے تو توبہ والی زندگی کے ساتھ..تو یہ برکت کی موت ہوگی، کیوں کہ بری موت: وہ ہے جسے توبہ کی توفیق نہیں ہوئی، اور وہ مرگیا۔ اسلئے اس راستہ میں اپنے آپ کو توبہ کا اور اللہ سے دعائیں مانگنے کا عادی بنائیں، تاکہ ہم دعوت والے بھی بنیں اور دعا والے بھی بنیں۔ حقوق کو ادا کرنے والے بھی بنیں اور اس کام کو لے کر دنیا میں چلانے پھیلانے والے بھی بنیں۔

دعوت اور دعا امت کے کام ہیں:

یہ اس امت کا کام ہے، یہ امت اپنے نبی کے اس کام کو سنبھالے گی، اپنے دین کی نصرت کرے گی، اور نصرت کی مثال ایسے جیسے پانی برستا ہے، تو زمین زندہ ہوجاتی ہے، دین کی نصرت ہوئی تو دین زندہ ہوگیا، اور پانی کٹ گیا تو سب چیزیں مردہ ہوجاتی ہیں، ایسے ہی نصرت ختم ہوگئی تو پھر لوگ یہ بھی نہیں جانیں گے کلمہ کیا ہے..سب چیزیں چھوٹ گئیں کیوں کہ پانی کٹ گیا، ہم نے اسلامی ملکوں کا سفر کیا، ایک جگہ نماز کا وقت آیا تو میں نے کہا ظہر کا وقت ہوگیا ہے نماز پڑھ لیں، ایک عرب ساتھی تھا، اس نے قسم کھا کر کہا: خدا کی قسم میں نماز جانتا ہی نہیں ہوں، یہ حال ہوگیا ہے۔ نماز جانتے ہی نہیں، اور اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں، اور ایسا نہیں کہ غیر اسلامی ملک ہو، یہ کیوں؟ کہ دین کی محنت چھوٹ گئی، پانی کٹ گیا، تو اب نماز ایک نام رہ گیا ہے، الحمدللہ، اللہ تعالی نے کرم فرمایا، اور یہ محنت جاری کی، اب لوگ صرف نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں، بلکہ نماز زندہ کرنے کی محنت بھی کرتے ہیں، حکموں کو زندہ کرنے کی محنت کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکے واسطے قبول فرمالے، اسلئے ہم دعوت والے بھی بنیں دعا والے بھی بنیں۔ ان شاء اللہ

***

نکلتے سورج کا ملک جزائر فیجی کا ایک سفر

(جنوری 2005ء/ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)

سفرنامہ: شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ

دوسری قسط

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر کا سفر کیا ہے۔ان سفروں کے دوران پیش آنے والے واقعات، مختلف علاقوں کی ثقافت، وہاں کے معاشرتی و دینی حالات کو حضرت نے نہایت حسین انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔ان تجربات و مشاہدات کو ''جہان دیدہ''، ''دنیا مرے آگے'' اور ''سفر در سفر'' جیسی قیمتی کتب کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔زیرِ نظر شمارے سے حضرت کی کتاب سفر در سفر کا قسط وار سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ان شاء اللہ العزیز، یہ سفرنامہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی در وا کرے گا۔

لمباسا میں

شام ساڑھے چار بجے فیجی ایئر کا چھوٹا سا طیارہ ہمیں سووا سے لمباسا لے جانے کے لیے روانہ ہوا۔فیجی کے جزائر کو اللہ تعالی نے قدرتی مناظر کے حسن سے مالا مال کیا ہے، اوپر سے زمین کو دیکھیں تو وہ سبزہ وگل کے تختوں سے معمور نظر آتی ہے، چند ہی لمحوں میں جہاز جزیرہ دیتی کو عبور کر کے سمندر میں داخل ہو گیا، بحرالکاہل کا یہ علاقہ چھوٹے چھوٹے سرسبز جزیروں سے بھرا ہوا ہے اور اس کے حسن میں ان زیر آب سمندری چٹانوں نے چار چاند لگا دیے ہیں جو رنگ برنگ پتھروں پر مشتمل ہیں، یہ چٹانیں اگرچہ پانی کے اندر ہیں، لیکن سمندر کی عمومی گہرائی سے بہت بلند ہونے کی وجہ سے شفاف پانی کے نیچے نمایاں محسوس ہوتی ہیں، ان چٹانوں میں بہت سے قیمتی پتھر بھی پائے جاتے ہیں جو فیجی کی صنعت وتجارت کا ایک اہم عنصر ہے

،اوران کے مختلف رنگ پانی پر بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور خاص طور پر ہوائی جہاز کی نیچی پرواز سے ان کا منظر بڑا حسین معلوم ہوتا ہے۔تقریبا40 منٹ کا یہ فضائی سفر بڑا خوشگوار اور دلچسپ تھا۔ پانچ بجے کے بعد ہم لمباسا کے چھوٹے سے ایئر پورٹ پر اترے۔ یہ فیجی کے دوسرے بڑے جزیرے وینوا کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اسے انگریزی میں لباسہ لکھا جاتا ہے۔مگر تلفظ لمباسا کیا جاتا ہے، اور ہندوستانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ شہر واقعتا لمباسا ہے یعنی اس کا طول عرض کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ سرسبز پہاڑیوں سے گھرا ہوا یہ شہر بنگلہ دیش کے سلہٹ اور چاٹ گام سے ملتا جلتا ہے اگرچہ آبادی وہاں کے مقابلے میں بہت کم ہونے کی بنا پر صاف ستھرا اور کشادہ ہے، اسی شہر میں وہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ واقع ہے جس میں دورہ حدیث کے افتتاح کے لیے مجھے دعوت دی گئی تھی، یہ مدرسہ شہر کی خوبصورت مرکزی مسجد کے احاطے میں واقع ہے، یہاں لمباسا مسلم لیگ کے زیر اہتمام مکتب تو پہلے سے چلا آتا تھا۔ چند سال پہلے بنگلہ دیش کے مولانا غفران صاحب کو دعوت دی گئی جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فارغ التحصیل عالم ہیں، اللہ تعالی نے ان سے ایک باقاعدہ مدرسے کی بنیاد رکھنے کی خدمت انجام دلوائی، انہوں نے ہی بنگلہ دیش سے مولانا جعفر صاحب اور مولانا قمر الزمان صاحب کو بلوا کر یہاں اسلامی علوم کی معیاری تعلیم کا انتظام کیا۔ ماشاءاللہ یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ تینوں علماء قوی الاستعداد اور صاحب لیاقت مدرسین ہیں۔ جنہوں نے نہایت مشکل حالات میں بچوں پر محنت کر کے انہیں معیاری دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کی قابل ستائش خدمت انجام دی ہے، میں نے طلبہ کا جائزہ لیا تو ان اساتذہ کی محنت کا اندازہ ہوا، ان حضرات کو شب و روز طلبہ کی تعلیم و تربیت میں اساتذہ کی کمی کی وجہ سے منہمک رہنا پڑتا ہے، لیکن اللہ تعالی نے ان کی محنت کا یہ صلہ دیا ہے کہ مدرسہ سے حفاظ کی ایک بڑی تعداد تیار ہو چکی ہے، اور عربی اور اسلامی علوم کے طلباء کی ایک جماعت دورہ حدیث کے لیے تیار ہے۔

8 جنوری کو عصر کے بعد عشاء تک افتتاح دورہ احادیث کے جلسے کا اعلان ہو چکا تھا۔ علاقے کے مسلمان جوق در جوق اس اجتماع میں شرکت کے لیے دور دور سے آئے۔ عصر سے مغرب تک مدرسے میں طلباء کی کارگزاریوں کا دلچسپ مظاہرہ حاضرین کے سامنے پیش کیا گیا، اور مغرب کے بعد دورہ حدیث بلکہ ہر درجے کی ایک ایک کتاب کا افتتاح بندہ کے سامنے عبارتیں پڑھنے سے کیا گیا۔ تمام طلباء نے عبارتیں درست پڑھیں۔ پھر تقریبا ڈیڑھ گھنٹے میں نے اپنی گزارشات پیش کی جو حاضرین نے توجہ سے سنی بعد میں

یہاں کے لوگوں نے بتایا کہ لمبا سا میں شاید اتنا بڑا مسلمانوں کا اجتماع اس سے پہلے نہیں ہوا تھا، حاضرین میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی شامل تھے، اور ان میں سے بعض نے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا کہ ان کے ذہن میں عرصہ سے جو سوالات وشبہات گردش کرتے تھے آج کے بیان سے بفضلہٖ تعالیٰ ان میں سے بہت سوں کا جواب مل گیا۔

بحر الکاہل کے اس علاقے میں (آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سمیت) چونکہ دینی علوم کی کوئی مکمل درسگاہ موجود نہیں ہے اس لیے اس مدرسے میں دورہ حدیث کی تعلیم کا آغاز یقیناً ایک تاریخی واقعہ ہے جس سے علاقے کے مسلمانوں کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچنے کی توقع ہے، اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو مزید ترقی عطا فرمائے اور یہاں سے دین کے سچے خادم پیدا فرمائے جو علاقے کی دینی ضروریات پوری کرسکیں۔ آمین

اتوار 9 جنوری کا دن بھی لمبا سا ہی میں گزرا جس میں خواتین کے ایک بڑے اجتماع سے بھی خطاب ہوا، اور مدرسے کے اساتذہ وطلبہ کی ایک خصوصی نشست سے بھی، نیز مدرسہ کے نصاب ونظام کے بارے میں مشورہ ہوا۔

دوشنبہ (پیر) 10 جنوری کا پروگرام ہمارے میزبانوں نے اس طرح ترتیب دیا تھا کہ اس میں فیجی کے مختلف شہروں میں وعظ کی مجلسیں بھی ہو جائیں، اور ان کے قابل دید سیاحتی مقامات کی سیر بھی ہو سکے جن میں انٹرنیشنل ڈیٹ لائن بھی داخل تھی، چنانچہ ہم فجر کے متصل بعد سڑک کے راستے جزیرہ وینوا کے ایک شہر سابوسابو کے لیے روانہ ہوئے جو لمبا سا سے جنوب مشرق میں تقریباً 90 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، یہ پورا راستہ انتہائی سرسبز وشاداب حسین پہاڑوں پر سے اترتا چڑھتا گزرتا ہے، جہاں حد نظر تک سبزہ وگل سے لدے ہوئے جنگلات پھیلے ہوئے ہیں، یہاں آم کے درخت خود رو ہیں جنوری کا مہینہ یہاں گرمی کا ہے، اس لیے یہ خودرو درخت آموں سے لدے ہوئے تھے، ناریل اور دیودار کے درختوں نے پہاڑوں پر زینہ سا بنایا ہوا تھا، اور پہاڑوں کی درمیانی وادیاں انواع واقسام کے پھلوں اور پھولوں سے لبریز تھی یہاں کا موسم بھی نسبتاً خنک تھا، اور ہلکی ہلکی بارش نے ماحول کے حسن میں مزید اضافہ کر دیا تھا، اس طرح تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے خوبصورت اور خوشگوار سفر کے بعد ہم جزیرے کے ساحلی شہر سابوسابو پہنچ گئے۔ یہ بحر الکاہل کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ جس کے دو طرف شاداب پہاڑ اور دو طرف سمندری خلیجیں واقع ہیں اور چھوٹی سی بندرگاہ بھی ہے، مناظر قدرت کے حسن کی وجہ سے یہ فیجی میں سیاحوں کی دلچسپی کا خاص مرکز ہے

۔ یہاں مسلمان بھی اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں اور ایک مسجد بھی ہے جس میں آج عصر کے بعد میری تقریر کا اعلان تھا۔لیکن صبح کے وقت ہمیں یہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعے ایک اور جزیرے تیوونی جانا تھا جس میں انٹرنیشنل ڈیٹ لائن واقع ہے۔ جہاز کی روانگی میں کچھ دیر تھی، اس لیے لمبا سا لیگ کے صدر جناب عزیز صاحب جو گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے اس وقفے میں ہمیں سابوسابو کے خوش منظر ساحلی مقامات کی سیر کراتے رہے۔ تقریباً پونے نو بجے ہم ایئرپورٹ پر پہنچے۔ یہ بہت چھوٹا سا ایئرپورٹ تھا جس میں لاؤنج کی جگہ بس اڈے کی طرح کی بنچیں پڑی ہوئی تھی، مگر صاف ستھرا ماحول تھا۔ایک چھوٹا سا طیارہ ہمیں یہاں سے لے کر روانہ ہوا اور سمندر کی سیر کراتا ہوا صرف 15 منٹ میں جزیرہ تیوونی پہنچ گیا۔ یہاں سے ہم کار کے ذریعے سمندر کے ساتھ ساتھ کافی دور تک چلتے رہے یہاں تک کہ انٹرنیشنل ڈیٹ لائن پر پہنچ گئے۔

انٹرنیشنل ڈیٹ لائن پر

یہ ڈیٹ لائن ٹھیک 180 طول البلد پر واقع ہے اور یہاں دو بورڈ اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ ان کے بیچ میں آدھے انچ کا خلا ہے، یہ خلا ہی ڈیٹ لائن ہے، اس ڈیٹ لائن کے بائیں طرف آج اتوار تھا، اور دائیں طرف سنیچر اور ورڈ والی لکھا ہوا تھا کہ آپ اگر اس طرح کھڑے ہوں گے کہ آپ کا دایاں پاؤں دائیں بورڈ کی طرف اور بایاں پاؤں بائیں بورڈ کی طرف ہو تو آپ بیک وقت دو دن میں کھڑے ہوں گے، دایاں پاؤں گزشتہ کل (سنیچر) میں ہوگا اور بایاں پاؤں آج (اتوار) میں۔

جو حضرات اس جغرافیائی حقیقت سے مانوس نہیں ہیں، ان کو سمجھانے کے لیے عرض ہے کہ یوں تو دنیا کے گول ہونے کی وجہ سے ہر وقت سورج کسی جگہ طلوع اور کسی جگہ غروب ہو رہا ہوتا ہے، اس لیے دنیا کے تمام خطوں میں دن اور تاریخ کا آغاز ایک وقت پر نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر خطے میں دن کے شروع ہونے کا وقت الگ ہے، لیکن دنیا میں دنوں، تاریخوں اور اوقات کے یکساں تعین کے لیے بین الاقوامی طور پر یہ انتظام کیا گیا ہے کہ کرہ زمین کو 360 حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ان میں سے ہر حصہ ایک ڈگری یا درجہ کہلاتا ہے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان ان درجوں کے تعین کے لیے پورے کرہ زمین کے گرد ایک خطہ کھینچا گیا ہے جو طول البلد کا خط کہلاتا ہے، اس خط کی ابتداء برطانیہ کی رصدگاہ گرین وچ سے ہوتی ہے جو صفر طول البلد پر واقعہ ہے، یہاں سے مشرق میں 180 درجے تک دنیا کا نصف حصہ پورا ہوتا ہے اور دوسری طرف مغرب میں 180 درجے تک دوسرا حصہ اور اس طرح زمین کے گول ہونے کی وجہ سے 180 طول البلد پر مشرق

اور مغرب دونوں کے خطوط مل جاتے ہیں۔

چونکہ سورج مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہے، اس لیے دنیا بھر میں اوقات کا تعین اس طرح کیا جاتا ہے کہ گرین وچ (صفر طول البلد) پر جو وقت ہوتا ہے، مشرق میں طول البلد کے ہر پندرہ درجے پر وقت اس سے ایک گھنٹہ کم ہو جاتا ہے اور مغرب میں ہر پندرہ درجے پر ایک گھنٹہ بڑھ جاتا ہے، مثلاً گرین وچ پر اگر رات کے بارہ بجے ہوں تو مشرق میں پندرہ درجہ طول البلد پر گیارہ بجے ہوں گے اور مغرب میں پندرہ درجہ طول البلد پر ایک بجا ہوگا، اس طرح مشرق میں 180 درجے پر پہنچتے پہنچتے گرین وچ ٹائم سے 12 گھنٹے کم ہو جائیں گے اور مغرب میں 180 درجے تک پہنچتے پہنچے 12 گھنٹے بڑھ جائیں گے اور چونکہ زمین گول ہے، اس لیے دونوں طرف سے 180 درجے ایک مقام پر آکر مل جاتے ہیں۔ مشرق کے آخری نقطے اور مغرب کے آخری نقطے پر وقت کا فرق پورے 24 گھنٹے کا ہو جاتا ہے، یعنی دن بدل جاتا ہے، ہم جس مقام پر کھڑے تھے وہ ٹھیک 180 درجے طول البلد کا خط تھا، جہاں مشرق اور مغرب دونوں طرف کے طول البلد کے خطوط آکر مل رہے تھے، اور مشرق کے 180 درجے اور مغرب کے 180 درجے کے درمیان 24 گھنٹے کا فرق ہو چکا تھا، لہٰذا مشرق کی طرف ایک دن کم تھا اور مغرب کی طرف ایک دن زیادہ۔

یہ خط جو مشرق اور مغرب کے خطوط کو الگ کرتا ہے، انٹرنیشنل ڈیٹ لائن کہلاتا ہے یہ ڈیٹ لائن زیادہ تر سمندر پر گزرتی ہے یا پھر سائبیریا اور انٹارکٹیکا کے علاقوں سے جو عموماً غیر آباد ہیں۔ آباد علاقوں میں فیجی واحد ملک ہے جس کے تین جزیروں پر سے ڈیٹ لائن گزرتی ہے اور تیووی نامی جزیرے کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ جس نقطے پر ہم کھڑے تھے وہ ٹھیک 180 طول البلد پر واقع ہے، جس کے ایک طرف سینیچر تھا اور دوسری طرف اتوار، اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ دنیا میں ہر روز نئی تاریخ کی ابتداء اس جگہ سے ہوتی ہے، اور ہر دن کا نیا سورج سب سے پہلے یہاں طلوع ہوتا ہے، اس حیثیت سے یہ جگہ "مطلع الشمس" یا "نکلتے سورج کی سرزمین" ہے۔ میں گرین وچ میں صفر طول البلد کے نقطے پر پہلے جا چکا ہوں، آج 180 طول البلد پر پہنچ کر دنیا کے طول البلد کے دونوں سروں پر حاضری مکمل ہو گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کے ان سروں کو بندے کے گناہوں کی پردہ پوشی فرما کر ایمان واطاعت اور توبہ استغفار کے گواہ بنادے۔ آمین۔

یہاں سے چند کلومیٹر مغرب میں جزیرے کے تقریباً آخری کنارے پر مسلمانوں نے ایک مسجد بنائی ہوئی ہے جہاں اس وقت میری تقریر کا اعلان ہو چکا تھا، یہ مسجد ڈیٹ لائن کے مغرب میں واقع پہلی مسجد

ہے اور اس کے منتظمین نے بجا طور پر یہ تبصرہ کیا کہ آپ ایک ایسی مسجد میں تقریر کرنے جا رہے ہیں جہاں ہر روز ساری دنیا میں سب سے پہلے فجر کی اذان بلند ہوتی ہے اور یہ بات واقعتا درست تھی، اس مسجد کو حقیقتا یہ فخر حاصل ہے۔

مسجد میں مردوں اور خواتین دونوں کا اچھا خاصا اجتماع تھا، البتہ خواتین کی تعداد زیادہ تھی، جن کے لیے پردے کے ساتھ بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہاں تقریبا ایک گھنٹہ میری تقریر ہوئی۔ ظہر کی نماز اسی مسجد میں ادا کرنے کے بعد ہم واپس ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئے اور ساڑھے تین بجے دوبارہ جہاز میں سوار ہو کر چار بجے کے قریب سابوسابو پہنچ گئے۔ یہاں کی ایک مسجد میں عصر سے مغرب تک میرا بیان ہوا۔ جس میں مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ سابوسابو کی ایک قابل دید چیز یہاں ابلتے ہوئے پانی کے ایک قدرتی چشمے ہیں۔ گرم پانی کے چشمے تو بہت سے مقامات پر ہم دیکھتے آئے ہیں یہ عموما گندھک کے چشمے ہوتے ہیں، کراچی میں بھی منگھو پیر کے علاقے میں ایسا چشمہ موجود ہے، لیکن سابوسابو کے یہ چشمے ان سے مختلف ہیں۔ ان سے جو پانی نکل رہا ہے وہ نہایت شفاف ہے اور ایسا ابلتا ہوا گرم پانی ہے کہ اس کو ہاتھ لگانا ممکن نہیں ہے۔ یہ چشمے سمندر سے صرف چند گز کے فاصلے پر ایک پہاڑی کے دامن پر واقع ہیں اور اتنے سخت گرم ہیں کہ ان کے اوپر سے ہر وقت بھاپ اڑتی ہوئی نظر آتی ہے، مقامی لوگ اس پانی میں انڈے، مچھلیاں اور گوشت ابال لیتے ہیں۔ ہمارے رفقاء میں سے ایک صاحب ایک درجن انڈوں کی ایک تھیلی لے آئے اور وہ تھیلی انہوں نے جوں کی توں ایک چشمے کے اوپر رکھ دی، پانچ منٹ بعد انہوں نے وہ تھیلی نکالی تو تمام انڈے ابل کر تیار ہو چکے تھے جو انہوں نے رفقاء میں تقسیم کیے۔ سمندر کے بالکل قریب اتنے تیز گرم پانی کا زمین سے نکلنا اللہ تعالی کی قدرت کا ایک عظیم مظہر ہے اور اس کی سائنسی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ درحقیقت قریبی پہاڑ ہلکے درجے کے لاوے پر مشتمل ہے جو پھوٹنے کی صلاحیت تو نہیں رکھتا لیکن اس نے اس پہاڑی کے چشموں کو گرم کر رکھا ہے۔ واللہ سبحنہ اعلم۔

سابوسابو سے اسی رات ہمیں واپس لمباسا پہنچنا تھا، یہاں کے ایک بااثر مسلمان نے عشائیہ کا اہتمام کیا ہوا تھا، ان کے گھر کھانا کھانے کے بعد ہم واپس روانہ ہوئے اور رات گئے واپس لمباسا پہنچ پائے۔

***

سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنیؒ

دوسری قسط

حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر میں تبلیغی اسفار کئے اور اس دوران وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا جو دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے نایاب تحفہ ہے، حضرت کے خطابات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ادارہ قسط وار حضرت کی کتاب کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ان شاءاللہ العزیز یہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی پہلو پر رہنمائی کریں گی۔

سعودی عرب میں کی عام مقبولیت اور ابتلاء

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال تک سعودیوں نے ہماری بات نہیں سنی، مگر جب سنی تو ایسی سنی کہ پوری تلافی کر دی، دین کی دعوت پر ایسی لبیک کہی جس کا ہمیں تصور بھی نہیں تھا۔اب سعودی عرب کے شہروں اور دور دراز علاقوں سے جوق در جوق اور قافلے در قافلے حضرت مولانا کی زیارت اور آپ سے استفادے کیلئے پورے سال لوگوں کا تانتا بندھا رہتا، ہر وقت مولانا کے پاس ایک ہجوم ہوتا، رمضان المبارک خصوصاً آخری عشرہ میں سعودی مہمانوں کی تعداد سینکڑوں سے گزر کر بعض اوقات ہزاروں تک پہنچ جاتی، آنے والوں میں سرکاری ملازمین، تاجر، یونیورسٹیوں کے طلبہ، عرب شیوخ اور علماء کرام ومختلف قبائل کے سربراہ غرض ہر طبقہ کے لوگ ہوتے، یہ لوگ ایسی عقیدت ومحبت سے مولانا کی بات سنتے مولانا کی ہستی

ان کی محبوب ترین شخصیت ہو، مولانا کی محبوبیت ومقبولیت ابتلاء کا سبب بن گئی۔محرم 1399 ھ میں حرم کے واقعہ کو بنیاد بنا کر امریکی مشیروں نے جن کی خاص تعداد یہودیوں پر مشتمل ہے، سعودی حکومت کے شاہی خاندان کو جماعتوں سے اس قدر خوفزدہ کیا کہ انہیں یقین ہوگیا کہ سعودی حکومت کو اصل خطرہ بے دینی، الحاد اور یہود ونصاریٰ کے بجائے اسلامی تحریکات اور دینی جماعتوں سے ہے، اس طرح سعودی عرب میں تبلیغی جماعت پر پابندی لگ گئی اور دنیا ایک بڑی خیر سے محروم ہوگئی۔تبلیغی کام کے عنوان سے ہر سال موسم حج میں سینکڑوں دین کے شیدائی اپنی جان و مال لگا کر دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کا رخ اللہ اور آخرت کی طرف کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ حاجی صاحبان بازاروں میں پھرنے اور لایعنی وقت گزارنے کے بجائے دین کو سمجھنے، سیکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت سے وابستہ ہوں روزانہ ہزار ہا لوگ اس سے دینی فائدہ اٹھاتے اور ہر سال حج کے بعد حرمین کے تبلیغی اجتماع سے دین کے سیکھنے ار پھیلانے کے جذبے سے دنیا بھر کے ملکوں میں جماعتیں روانہ ہوتیں، اس طرح حج کا مبارک سفر قرون اولیٰ کی طرح امت مسلمہ دینی فکر ودعوت کے منتقل ہونے کا سبب بنتا جا رہا تھا۔ اتنا بڑا خیر مسلکی عصبیت اور حکومت سعودیہ کی مغربی طاقتوں پر انحصار کے سبب بند ہوگیا اور پھر حضرت مولانا اور آپ کے مخلص رفقاء کے ذریعے جنرل ضیاء الحق مرحوم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے چند گھنٹوں کے اندر حضرت مولانا کا پاکستانی پاسپورٹ تیار کروا کہ آپ کو اعزاز کے ساتھ اپنے ملک کی شہریت دی اور مولانا اس عزم کے ساتھ دیار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلے کہ اب دنیا کے کونے کونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ومحنت کو پہنچائیں گے اور دنیا نے دیکھا کہ یہ نوے سالہ انسان کبھی مشرق بعید میں دین کا صور پھونک رہا ہے، کبھی اہل یورپ کے دلوں کو ایمانی حرارت سے گرما رہا ہے، کبھی برصغیر ہندو پاک میں ایمان ویقین کی تپش سے دلوں کو گرما رہا ہے، غرض دنیا کے کونے کونے میں لاکھوں، کروڑوں بندگانِ خدا استفادہ کرتے رہے اور مولانا کی حرارت ایمانی سوز دروں سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہے۔

***

ترانۂ ارضِ پاک

مولانا محمد جریر اسعد
جامعہ دار التقویٰ، لاہور

یہ ارضِ مقدس ہے یا پھر خاکِ حرم ہے
اس دھرتی کے ہر ذرے پہ مولا کا کرم ہے
ہے بعدِ حجاز اس کی ہی تقدیس جہاں میں
افلاک کی رفعت بھی اسے خاکِ قدم ہے
اس دھرتی کے ہر ذرے پہ مولا کا کرم ہے
"اشرف" ۱ کا حسیں خواب ہے، "اقبال" ۲ کی امید

"شبیر" ۳ کی محنت ہے، "حسن جی" ۴ کی ہے تاکید
"عثمانی" ۵ گھرانے کے ہر اک شیخ کی تائید
یہ ارضِ خداداد اکابر کا عَلَم ہے
اس دھرتی کے ہر ذرے پہ مولا کا کرم ہے

۱۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ۲۔ علامہ محمد اقبالؒ ۳۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۴۔ مفتی محمد حسنؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور ۵۔ مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

یہ پاک وطن حسن کا نکہت کا نمونہ
ہے دین میں دنیا کی امامت کا نمونہ
افواج ہیں دنیا میں شجاعت کا نمونہ
دشمن ہے بڑا اس سے، یہ دشمن کا بھرم ہے

اس دھرتی کے ہر ذرے پہ مولا کا کرم ہے
اسعد کی دعا ہے، کہ سدا مہکے یہ غنچہ
حاصل ہے جسے قلعۂ اسلام کا تمغہ
انعام خدا کا، تو اکابر کا ہے تحفہ
اسلام کی جنت ہے، مسلماں کا حشم ہے
اس دھرتی کے ہر ذرے پہ مولا کا کرم ہے

***

آپ کے مسائل اور ان کا حل

دارالافتاء والتحقیق جامعہ دارالتقویٰ

صفر اور محرم کے مہینے کے اندر نحوست سمجھنا جائز نہیں

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص محرم یا صفر کے مہینے میں اپنا گھر چھوڑ کر کسی دوسرے شہر منتقل ہونا چاہتا ہے لیکن لوگ اس کو اس سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ان دو ماہ میں ایسا کرنے سے نحوست ہوتی ہے۔ کیا نقل مکانی سے بدفال لینا جائز ہے؟ اور شریعت میں اس مسئلہ کی کیا حیثیت ہے؟

الجواب: بسم اللہ حامداً و مصلیاً

سوال: صفر یا محرم کے مہینے میں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہوجانا جائز ہے اور شریعت میں اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ان دومہینوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں بدشگونی اور نحوست سمجھنا ناجائز اور دور جاہلیت کی خرافات میں سے ہے، اسلام نے چیزوں کے اندر نحوست کی اور بالخصوص صفر کے مہینے میں نحوست کی نفی کی ہے۔ حدیث پاک میں ہے (لاصفر) صفر کے مہینے میں نحوست نہیں ہے۔ فتوی نمبر: 30 / 17

چہرے پر پینٹ کرنا

یوم آزادی کے موقع پر عموماً لوگ خود اپنے یا بچوں کے چہروں یا جسم کے کسی اور حصے پر مختلف رنگوں سے چاند ستارہ اور کوئی چیز بناتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بسم اللہ حامداًو مصلیاً

چہرہ یا جسم پر رنگوں سے مختلف چیزیں بنانے کی عموماً تین صورتیں ہوتی ہیں:

1. پورے جسم پر پینٹ یعنی رنگ کرنا۔

2. پورے چہرے پر پینٹ کرنا۔

3. چہرہ پر چھوٹا سا کوئی پھول یا جھنڈا بنانا۔

ان صورتوں میں سے پہلی دوصورتوں یعنی پورے جسم پر پینٹ اور پورے چہرے پر پینٹ کا حکم ایک ہے کہ یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں ان کے ناجائز ہونے کی مندرجہ ذیل وجہ ہے:

پورے جسم یا پورے چہرے پر پینٹ کرنے میں تغییر خلق اللہ ہے جو کہ حرام ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:

ولاينبغي ان يتيمم بالطين مالم يخف ذهاب الوقت لان فيه تلطيخ الوجه من غير ضرورة فيصير بمعني المثلة

3. چہرہ پر چھوٹا سا پھول یا جھنڈا بنانے کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں تغییر خلق اللہ نہیں ہے، لیکن گنجائش کے باوجود بچنا بہتر ہے۔

نوٹ: اگر چھوٹا سا پھول وغیرہ بھی ایسے پینٹ سے بنایا جائے کہ وضوء میں پانی پہنچنے سے مانع ہوتو وضوء نہیں ہوگا۔ فتوی نمبر: 176/21

گناہوں کی نحوست کی وجہ سے روزی سے محروم ہونا

1۔ کیا پریشانیوں کی آمد اور بہت اچھے روزگار کا چھن جانا صرف گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے؟

2۔ اگر ایسا ہوتو علاج کیا ہے؟

الجواب: بسم اللہ حامداًو مصلیاً

1۔ 2۔ صرف گناہوں کی وجہ سے ہونا ضروری نہیں بلکہ آزمائش کے لیے بھی ایسا ہوجاتا ہے۔ بہرحال جو بھی وجہ ہو ایسی حالت میں خصوصی طور پر اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور توبہ واستغفار بھی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے:

من لزم الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجا ومن كل ضيق مخرجا ورزقه من حيث لايحتسب

ترجمہ: جو توبہ واستغفار کو لازم پکڑ لے اللہ اس کے لیے ہر پریشانی سے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر تنگی میں وسعت پیدا فرمادیتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

فتوی نمبر:19/375

کیا غیر مسلم سے تعزیت کر سکتے ہیں؟

کسی غیر مسلم سے اس کے کسی فرد کے مرنے پر تعزیت کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کیسے کریں؟ رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: بسم اللہ حامداً ومصلیاً

غیر مسلم سے تعزیت کر سکتے ہیں، البتہ تعزیت میں الفاظ اس قسم کے استعمال کرنے چاہئیں کہ اللہ تمہیں مرنے والے کا نعم البدل عطا فرمائے اور تمہارے حال کو اچھا کرے اور دل میں یہ نیت ہو کہ تجھے مسلمان کردے۔ عالمگیری (5/348) میں ہے:

وإذا مات الكافر قال لوالده أو قريبه في تعزيته أخلف الله عليك خيرا منه وأصلحك أي أصلحك بالإسلام ورزقك ولدا مسلما لأن الخيرية به تظهر

فتوی نمبر:22/121

غیر مسلم کے ساتھ کھانے پینے کا حکم

عیسائی دوست ہے جو میرے ساتھ ہی میجر ہے، ہم شروع سے اکٹھے ہیں، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب اکٹھا ہے۔ میں کس حد تک اس کے ساتھ مراسم رکھ سکتا ہوں؟ کن کن باتوں کی احتیاط یا خیال رکھنا چاہیے؟

الجواب: بسم اللہ حامداً ومصلیاً

عیسائی کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا جائز ہے، تاہم جہاں مجبوری کی صورت نہ ہو وہ ان باتوں سے بھی احتیاط کی جائے تو اچھی بات ہے، تاکہ دل سے کفر کی نفرت بالکل ختم نہ ہو جائے، کیونکہ اصل نفرت کفر سے ہے کافر سے نہیں، باقی عیسائیوں کی مذہبی چیزوں میں شرکت جائز نہیں۔ فتوی نمبر:18/182

***

اخبار الجامعہ

محمد سلیمان

مورخہ 17 جولائی بروز جمعرات، بعد نمازِ ظہر، ابراہیم مسجد میں شعبۂ حفظ کی بیرونی شاخوں کے درمیان پہلا مسابقۂ تجوید وحفظ کا انعقاد نہایت روح پرور انداز میں کیا گیا۔اس مبارک محفل میں مختلف شاخوں سے تعلق رکھنے والے باصلاحیت طلبہ نے اپنی دلنشین تلاوت سے سامعین کے دلوں کو منور کیا۔ مسابقے کے اختتام پر بہترین کارکردگی دکھانے والے سات طلبہ کرام کو چوتھے اور آخری مرحلے کے لیے منتخب کیا گیا، جو ان شاء اللہ دارالقرآن، چوبرجی میں منعقد ہوگا۔

شعبہ کتب (بنین و بنات) کے سہ ماہی امتحانات کا آغاز 23 جولائی سے ہوا، جو 31 جولائی کو بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ادارے کی جانب سے طلبہ و طالبات کو امتحان سے قبل تیاری کے لیے مناسب وقت و ماحول فراہم کیا گیا، تاکہ وہ اعتماد اور اطمینان کے ساتھ بہترین انداز میں تیاری کر سکیں ۔امتحانات کے تمام تر نظام نہایت عمدگی، نظم وضبط اور شفاف انداز میں مکمل ہوئے، جو ادارہ کی علمی سنجیدگی اور طلبہ کی محنت کا مظہر ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام طلبہ و طالبات کو اپنی خصوصی رحمت سے کامیابی و کامرانی عطا فرمائے، اور انہیں دین و دنیا میں سربلندی نصیب کرے۔ آمین۔

مورخہ 22 جولائی کو حضرت مہتمم مولانا اویس صاحب مدظلہ عمرہ کی سعادت کے لیے حرمین شریفین کے سفر پر روانہ ہوئے۔ یہ بابرکت سفر حضرت کی دینی خدمات، اخلاص اور روحانی وابستگی کے علاوہ دینی وابستگی کی واضح دلیل ہے۔ادارے کے تمام اساتذہ، طلبہ و متعلقین کی جانب سے دلی دعائیں ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت کے اس مقدس سفر کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اسے باعثِ نور و برکت بنائے، اور ان کی قدم قدم پر حفاظت فرمائے۔

تقویٰ اسکول سسٹم ادارے کے ماتحت وہ تعلیمی نظم ہے جہاں دینی ماحول کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ طلبہ دونوں میدانوں میں آگے بڑھ سکیں۔جدید سہولیات، مناسب تربیت اور اچھے اساتذہ کی نگرانی میں تعلیمی سلسلہ جاری ہے۔اس وقت داخلے جاری ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات 03284877877 نمبر پر رابطہ کریں۔

کفالت پروگرام 2025

الحمدللہ جامعہ دارالتقوی ملک پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ ہے۔

جومری سے لیکر کراچی تک 25 سے زائد شاخوں پر محیط ہے اور جامعہ کے زیر اہتمام تمام شعبہ جات میں

حفظ، کتب بنین، کتب بنات، اسکول 8 ہزار سے زائد طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں

محض اللہ رب العزت کے فضل اور آپ تمام حضرات کے تعاون سے یہ کار خیر چل رہا ہے۔

جامعہ دارالتقوی ٹرسٹ لاہور کے زیر انتظام کفالت پروگرام میں اشاعت دین کے لیے مستقل ممبر بنیے!

شعبہ حفظ

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
رہائشی	4500	54000
غیر رہائشی	3500	42000

شعبہ کتب بنین

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
رہائشی	6000	72000
غیر رہائشی	5000	60000

شعبہ کتب بنات

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
غیر رہائشی	5000	60000

تقوی سکول سسٹم

غیر رہائشی 5500

Jazz Cash

DARUL TAQWA TRUST

رقم ارسال کرنے کے لیے اس QR کو اسکین کریں

رقم ارسال فرما کر رسید اس نمبر پر ضرور بھیجیں جزاکم اللہ

03237124682

آپ بھی ایک طالب علم کا ماہانہ خرچ اپنے ذمہ لیں اور صدقہ جاریہ کا اجر حاصل کریں

زکوۃ

MCB Islamic
Account Title
DARUL TAQWA TRUST
Account #
1591001820660001

دیگر عطیات

BankIslami
Account Title
DARUL TAQWA TRUST
Account #
206400180820001

دارالتقوی ٹرسٹ

KHALISPUR®
WHERE EVERYTHING'S KHALIS
خالص پور
100% Natural | No Chemical, No Preservatives
KHALISPUR KHALISPUR KHALISPUR KHALISPUR KHALISPUR KHALISPUR KHALISPUR
RAW HONEY
KHALIS DELIGHTS
ACHAR
COLD PRESSED OILS
GIFT BOXES
MASALA
shapes
Active Lifestyle
Block E -1 Gulberg - III, Lahore
0323-8427111
khalispur.pk 0301-9700050

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE
CPL NO. 338
فتاوی شامی
ہر قسم کی دینی و علمی کتابوں کا مرکز
مکتبہ قاسمیہ
قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی موضوعات پر اعلیٰ کتب
پاکستان سمیت دنیا بھر میں ڈیلیوری کی سہولت!
مناسب قیمت
مستند اور معیاری کتب
فوری ترسیل
ابھی آرڈر کیجیے
0321-4432106
مکتبہ قاسمیہ
الفضل مارکیٹ ۱۷۔ اُردو بازار لاہور
0321-4432106 | 042-37232536